جلد 24 شمارہ 4 ماہ 2022ء اپریل رمضان المبارک 1443ھ

وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا

صداقت

اللّٰہ

محبّت

سِلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض ومقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف وکرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب وعرفان اور اس کی رضا ولقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد وبغض، تجسّس وغیبت اور ہوا وہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم ورضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل وعیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالی کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح وخدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالی کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈار رحمۃ اللہ علیہ
بانی مجلّہ فلاح آدمیت

نگران و سرپرست اعلیٰ: جناب **محمد یعقوب توحیدی**
شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042

مجلس ادارت

مدیر	**احمد رضا خان** 0321-6400942
معاون مدیر	**شہزاد محمود بخاری** 0301-7430525
نائب مدیر	**سید رحمت اللہ شاہ** 0333-4552212

خالد مسعود، وحید احمد پیر خان
حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی
پروفیسر محمد شبیر شاہد ہوتوانی
ماجد محمود توحیدی

ترسیل: **فهد محمود ، محمد ریاض**

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
ای میل: info@tauheediyah.com Ph: 055-3411030
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے ✿ ✿ ✿ سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں

دِل کی بات

ماہ رمضان اپنے تمام تر فضائل کے ساتھ ایک بار پھر ہماری زندگی میں آیا ہے۔ یقیناً مبارکباد کے مستحق ہیں وہ لوگ جو رمضان المبارک سے بھرپور استفادہ کیلئے اپنی تمام تر کاوشیں صرف کر دیتے ہیں، دن بھر روزہ رکھ کر اپنے سارے امور بخوبی سرانجام دیتے ہیں جن کے دل اللہ کی یاد سے آباد رہتے ہیں، سستی اور کاہلی جن سے کوسوں دور رہتی ہے، جو روزہ کے مفہوم کو صرف کھانے پینے سے رُک جانے تک محدود نہیں رکھتے۔ ایسے لوگ اپنے ظاہر و باطن کو ہر قسم کے مکروہات و منکرات سے روکے رکھتے ہیں۔ ایسے ہی لوگ ہیں جن کے روزے کے بارے میں حدیث قدسی ہے جس میں اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

"روزہ میرے لئے ہے اور میں خود ہی اس کی جزا دوں گا۔" یہ تو روزہ دار کو اس طرزِ عمل کی جزا ہے جو اس نے روزہ کی حالت میں خود کو بہت سی باتوں سے روک کر اختیار کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ جب روزہ دار اپنے آپ کو پوری طرح اللہ کے سپرد کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے ویسی ہی جزا دیتے ہیں جس کا اعلان اس حدیث قدسی میں ہوا ہے کہ

"روزہ میرے لئے ہے اور میں خود ہی اس کی جزا ہوں۔"

اللہ تعالیٰ ہمیں ایسا ہی روزہ دار بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اب کچھ بات اس پر کہ توحیدی رمضان المبارک کیسے گزارتے ہیں۔ رمضان المبارک میں سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں رائج ہفتہ وار حلقہ ذکر روک دیا جاتا ہے۔ افرادِ سلسلہ اپنے اپنے انداز سے رمضان المبارک کی ساعتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ راقم ایک بار، یہ دیکھنے کیلئے کہ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی رمضان کیسے گزارتے ہیں، مرکز تعمیر ملت گیا۔ قبلہ بابا جان اپنے معمول کے مطابق برآمدے میں دفتر سجائے قرآن پاک کی تلاوت

کررہے تھے۔ میں نے یہ گمان کیا کہ رمضان میں تو قبلہ بابا جان قرآن پاک کافی سارے ختم کرلیتے ہوں گے۔میرے جانے کے تھوڑی دیر بعد حال احوال اور وعظ و نصیحت کا سلسلہ جاری ہوا۔اسی دوران میں نے دریافت کیا کہ بابا جان! آپ رمضان کیسے گزارتے ہیں؟ قبلہ بابا جانؒ نے جو فرمایا اور اس سے جو میں سمجھا وہ یہ تھا کہ آپؒ کے معمولات میں وہی تسلسل اور نظم وضبط تھا جو عام دنوں میں ہوتا ہے۔اس میں جو اضافہ نظر آیا تو وہ شاید روزہ کے ساتھ دفتری اوقات میں قرآن پاک کی کچھ تلاوت کا تھا۔اس کے علاوہ اور کوئی ایسی بات نہ تھی جو عام دنوں سے منفرد ہو۔ وہی دفتری اوقات اور وہی آرام کا وقت کچھ بھی تو تبدیل نہ تھا۔

اگر دیکھا جائے تو رمضان المبارک میں یہ بہترین معمولات ہیں۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیمات پر عمل کرنے والے افراد جانتے ہیں کہ روزانہ ذکر نفی اثبات، ایک ہزار مرتبہ درود شریف، اور ذکر پاس انفاس کے ساتھ تلاوت قرآن پاک کا باقاعدہ اہتمام، سحر و افطار، اور نماز تراویح کے ساتھ اس انداز سے کرنا کہ دیگر مصروفیات و معمولات زندگی کا تسلسل اور نظم وضبط بھی متاثر نہ ہو، اور جب انسان کے مدنظر معمولات میں ان کی تعداد سے کہیں زیادہ معیار ہو، تو یہ سب آسان نہیں ہیں مگر ان لوگوں کیلئے جو اللہ تعالیٰ کے قرب ولقاء اور دیدار کے خواہشمند ہیں، ان کیلئے عشق و محبت کے راستے پر یہ معمولات کچھ بھی دشوار نہیں بلکہ ذوق و شوق میں اضافہ کر کے آسان سے آسان تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان المبارک سے بھرپور استفادہ کرنے کی توفیق اور ہمت عطا فرمائے۔آمین!

والسلام !

مدیر

"ماہنامہ فلاح آدمیت"

نقوشِ مہر و وفا

(فرمودات قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ)

مرتب: سید رحمت اللہ شاہ

حضور ﷺ انبیاء کے سردار ہیں۔ جو انبیاء ہیں وہ بھی خواہش کرتے تھے کہ کاش! ہم اس آخری نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت میں پیدا ہوں۔ اس کامل کا دور دیکھیں جب سب سے اچھا نبی آئے گا، جب سب سے اچھی کتاب آئے گی، جب سب سے اچھی اُمت پیدا ہو گی، جب سب سے اونچے اخلاق والا نبی آئے گا، اس کو ہم دیکھیں کیسا ہے۔
اللہ نے اور تو کسی کو نہیں فرمایا:

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم۔ (سورۃ القلم ۶۸۔ آیت ۴)

میرے پیغمبر! بے شک آپ اخلاق کی سب سے اونچی سطح پر فائز ہو۔ یہ تو کسی کو نہیں کہا۔ صرف حضور ﷺ کو کہا۔ جو خود فائز نہیں ہو گا وہ اُمت کو کیسے سبق پڑھائے گا؟ اس کی اُمت میں ہی وہ آئیں گے۔ خلق عظیم والے عامل، اس کی اُمت کے اُمتی ہوں گے۔ وہ اُمت بھی اللہ نے Special رکھی کہ یہ اُمت جو ہے یہ اس کی اُمت ہے۔ عالم ارواح میں طے ہو چکا تھا کہ یہ امت میرے نبی ﷺ کی ہو گی۔ اس میں وہ لوگ آئیں گے۔ دین اپنے کمال کو پہنچے گا۔ قرآن میں آیا:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِی۔ (سورۃ المائدہ ۵۔ آیت ۳)

سارے انسانوں کو خطاب فرمایا کہ جو دین حضرت آدم علیہ السلام سے آہستہ آہستہ آتا رہا، نیکی کی تعلیم چلتی رہی، وہ آج پورا ہو گیا۔ تم سب کیلئے۔ نبی ﷺ کو نہیں کہا۔ سارے انسانوں کو فرمایا۔ دین پورا ہو گیا اور تمام نعمتیں جو میں تمہیں دینا چاہتا تھا، وہ آ گئیں۔ اب اسلام سے باہر دیکھنے کی ضرورت نہیں پڑے گی کہ فلاں نعمت اس میں نہیں ہے، یا ہے لیکن پوری نہیں ہے۔ تمام بھی ہو گئی ہیں اور پوری بھی ہو گئی ہیں۔

أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُم ۔(سورۃ المائدہ ۵۔آیت ۳)

کامل بھی ہو گئیں۔

وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي ۔(سورۃ المائدہ ۵۔آیت ۳)

نعمتیں پوری کی پوری ہو گئیں۔

کوئی ناقص نہیں رہیں کہ ادھر اُدھر دیکھنا پڑے۔ دین مکمل ہو گیا۔ تمام دین کمال کو پہنچ گیا۔ اب ضرورت ہی نہیں رہی۔ اب دین مکمل ہو گیا، کوئی چیز باہر ہی نہیں رہی۔ اب فرمایا کہ نہ کوئی اور نبی آئے گا، نہ کوئی اور کتاب آئے گی۔ یہ میرے رسول ﷺ کی رسالت جو ہے وہ قیامت تک کیلئے جاری ہو گئی ہے۔ نبوت دائمی ہو گئی ہے۔ باقی رسولوں کی نبوتیں ختم ہو گئیں۔ کوئی دو سو سال رہی، کوئی چار سو سال، کوئی پانچ سو سال، کوئی چھ سو سال، اس کے بعد نیا نبی آ گیا۔ لیکن اب میرا رسول ﷺ آ گیا ہے۔ رسولوں کا سردار آ گیا ہے۔ اب قیامت تک ان کی نبوت ہے۔ خاتم النبیین ہیں۔ نبوت ختم ہوئی، کارِ نبوت ختم نہیں ہوا۔ نبوت آپ ﷺ کی دائمی ہو گئی ہے۔ وہ جاری ہو گئی ہے۔ میرے نبی ﷺ کی نبوت دائمی ہو گئی ہے، یہ ختم نہیں ہو گی۔ نبیاں ختم ہوئے ہیں۔ خاتم النبیین فرمایا۔ نبی نہیں آئے گا کوئی۔

اب ایک ہی نبی ہیں۔قیامت تک انہیں کا دور ہے۔انہیں کا ڈنکا بجے گا۔ہر انسان جس کو فلاح چاہئے،جس کو آخرت میں کامیابی چاہئے،جس کو دنیا اور آخرت کی بہتر زندگی چاہئے، وہ میرے رسول ﷺ کے دامن کو پکڑ لے،اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

یہ مسلمانوں کا اعزاز ہے،مسلمانوں کیلئے یہ بہت بڑی نعمت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جیسے آقا ملے۔ہمیں اس ملک میں پیدا فرمایا۔ہمیں وہ تعلیم ملی جس میں ہر طرح کی راہنمائی ہے ہمارے گھروں میں قرآن کی دو دو چار چار کاپیاں پڑی ہیں،ان کو کھولیں،پوچھیں اس سے کہ اے اللہ کے کلام! ہمارے لئے کیا حکم ہے؟ ہم نے کیا کرنا ہے؟ یہ نہیں ہے کہ جھوٹ بولے، چوریاں چکاریاں کر کے لے آئے اور کہنے لگے کہ لے آؤ میں قرآن اٹھاتا ہوں۔ یہ نہیں! یہ اس واسطے نہیں ہے۔یہ اس لئے ہے کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔جہاں سے مرضی کھول لو،آپ کیلئے احکام ہوں گے۔یہ کام اللہ کو پسند ہیں۔یہ اللہ پسند کرتا ہے۔ان پہ یہ جرم لگا۔یہ برے کام ہیں۔یہ سزا ملے گی۔اس بات سے کوئی ایک صفحہ بھی خالی نہیں ہوگا۔یہ اس کا کام ہے۔ کچھ کرنے کے کام بتادیے،انہیں اوامر کہتے ہیں۔انہیں نیکیاں کہتے ہیں۔کچھ سے روک دیا کہ یہ نہیں کرنے،وہ نواہی ہیں۔وہ برائیاں ہیں،ان کو نہیں کرنا۔کوئی بڑے بڑے گناہ ہیں، وہ گناہِ کبیرہ ہیں۔کوئی چھوٹے چھوٹے ہیں تھوڑی سی نیکی سے صاف ہو جائیں گے۔

سارا قرآن یہی بتاتا ہے کہ کیا کرو۔اگر کرو گے تو کیا درجات ملیں گے۔وہاں تک ملیں گے۔انسان کا درجہ وہ فرمایا:معراج کا بتاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سارے آسمان طے کر گئے،سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچ گئے تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا:یا رسول اللہ ﷺ !اب آگے میں نہیں جا سکتا۔میری حد یہ آگئی۔اس سے آگے جاؤں تو میرے پَر جل جائیں۔

اللہ کی تجلیات، اس کے جمال کی، اس کی نورانیت اتنی ہے کہ میرے پَر جل جائیں۔ میں ایک بال برابر بھی آگے جاؤں تو آگ لگ جائے گی۔ اس سے آگے جانے کی میری اہلیت نہیں ہے۔ یا رسول اللہ ﷺ! اب آپ ﷺ نے جانا ہے۔ان فرشتوں نے جنھوں نے انسان کو سجدہ کیا۔ انہیں مقام بتایا کہ انسان کا کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے بعد انسان کا درجہ ہے۔اس کے بعد فرشتے۔علامہ نے بھی کہا:

ہمسایۂ جبرائیل امیں بندۂ خاکی
ہے اس کا نشیمن نہ بخارا نہ بدخشاں

یہ بندہ خاکی جو ہے یہ ادھر کا نہیں ہے۔ یہ تو جبرائیلؑ کا ہمسایہ ہے۔ اِس پار کا نہیں اُس پار کا۔ پرلی طرف والا۔ اِدھر والا نہیں۔ اللہ کی طرف بتایا کہ جو اُدھر ہے یہ وہ ہے۔ فرشتوں کے سردار سے اوپر آدمی کا مقام ہے۔ اس پر چلو تو یہ نبی پاک ﷺ کے پاؤں کے صدقے میں یہ مقام ملا۔

مغرب سے پہلے جب معراج سے واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلالؓ سے پوچھا کہ کیا کام کرتے ہو؟ میں جنت میں گیا تو تمہارے پاؤں کی آہٹ میرے آگے آگے آرہی تھی کہ بلالؓ چل رہے ہیں۔ تم کیا کام کرتے ہو؟ حضرت بلالؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں اور تو کچھ نہیں کرتا، تحیۃ المسجد پڑھتا ہوں۔ جب میں وضو کرتا ہوں تو دو نفل ضرور پڑھتا ہوں۔ اللہ نے مجھے توفیق دی اپنے گھر میں آنے کی، اس کے لئے میں دو رکعت زائد پڑھتا ہوں۔ ان خادموں کو یہ جگہ ملی کہ جہاں جہاں حضور ﷺ جا رہے ہیں، ان کے خادموں کے پاؤں کی آواز آگے آگے آرہی ہے۔ یہ مقام رسول اللہ ﷺ کی اتباع سے ملا

پوری امت کوفرمادیا:

قُلْ اِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰه. (سورۃ آل عمران ۳۔آیت ۳۱)

اے انسانو! تمام کے تمام ۔ میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں۔ کسی رسول نے یہ نہیں کہا کہ میں ساری انسانیت کیلئے رسول بن کے آیا ہوں ۔اب تک جتنے بھی آتے رہے، وہ اپنی اپنی قوم کی طرف آئے، یا اپنے اپنے قبیلے کی طرف آئے۔ بنی اسرائیل کی طرف آئے سارے تو انہوں نے کہا کہ میں بنی اسرائیل کی طرف آیا ہوں بچانے کیلئے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو بنی اسرائیل کیلئے سب سے آخر میں آئے تو انہوں نے کہا کہ اب میں جاؤں گا۔میرا جانا ہی بہتر ہے کیونکہ میں جاؤں گا تو وہ آئے گا جس کے منہ سے اللہ براہ راست کلام کرے گا۔خدا اس کے منہ سے کلام کرے گا، وہ آئے گا۔ میں جاؤں گا تو وہ آئے گا۔اس کا نام احمد ہے۔

وَاِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَد.

(سورۃ الصف ۶۱۔آیت ۶)

اب ان کی باری ہے۔آپ ﷺ آگئے ۔انہوں نے آکے کہا:

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا. (سورۃ الاعراف ۷۔آیت ۱۵۸)

تمام کائنات کیلئے کہے گا کہ میں رسول ہوں۔کسی قوم کے لئے نہیں۔کسی فرقے کیلئے نہیں، کسی ملک کیلئے نہیں، پورے انسانوں کیلئے، اس کا کلمہ ہی اس بات پر ہے کہ جو لا الہ الا اللہ پڑھ لے گا، وہ بھائی ہے۔رانے اور گجر کے تعلق سے بھائی نہیں ہے، یا میرے دادا کی اولاد سے بھائی نہیں ہے، جو کلمہ پڑھے گا وہ میرا بھائی ہے۔اس بھائی چارے کی بنیاد

ہی دین پر ہے۔اس کی بنیاد اللہ کی محبت پر ہے۔اس کی بنیاد اللہ کے رسول ﷺ کو ماننے پر ہے۔وہ بھائی بنے گا۔جس ملک کا ہے،وہ کالا ہے یا گورا ہے،خان ہے،پٹھان ہے،پشتو بولتا ہے،فارسی بولتا ہے،انگریزی بولتا ہے،جو اس کلمے کو پڑھ لے گا وہ میری امت کا فرد بن گیا۔وہ بھائی بن گیا۔اس کی بنیاد یہی بنے گی۔ساری انسانیت کو وہ ایک مرکز پہ اکٹھا کر دے گا۔انہوں نے اس پہ اکٹھا کیا۔وہ فارسی بھی آگئے سلمان فارسیؓ۔بلال حبشیؓ بھی حبشہ سے آگئے،کلمہ پڑھ کے سردار بن گئے۔وہ عرب کے سردار جو کسی کو مانتے نہیں تھے،وہ بلالؓ کو یہ کہتے: یا سیدی۔یا سیدی بلال۔وہ ان کو سیدی کہتے تھے۔وہ اونچے خاندان والے عرب جو تھے وہ کالے حبشی کو سیدی کہہ کر بلاتے تھے۔یہ ہمارے سردار ہیں۔ان سے پیار کرتے،بچہ بچہ ان سے پیار کرتا۔حضور ﷺ کی غلامی میں چلے گئے۔باقی کسی کا پتا ہو یا نہ ہو،بلالؓ کا سب کو پتا ہے کہ آپؓ کیسے آئے۔اور سب کے دل میں پیار بھی تھا۔بچوں کو نام بھی دیے۔کتنوں کے نام بلال ہوں گے۔یہ محبت کی بات ہے۔ان کے دلوں میں اللہ کے رسول ﷺ کی محبت داخل ہوگئی،اللہ نے ان کی محبت سارے دلوں میں ڈال دی۔ہر آدمی ان سے پیار کرتا ہے کہ حضرت بلالؓ عاشق رسول ﷺ تھے۔ان کا مزار دمشق میں ہے۔مجھے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ایک دفعہ ہم وہاں گئے ہوئے تھے تو ہمیں پتا چلا۔اس سے پہلے ہمیں پتا نہیں تھا کہ حضرت بلالؓ کا روضہ کدھر ہے۔وہاں ہم گئے تو حضرت جعفر طیارؓ اور حضرت بلالؓ کا ایک ہی جگہ اکٹھا ہے۔

حضرت بلالؓ کی زبان ٹھیک نہیں تھی۔ **اشھد ان لا الہ الا اللہ** کی جگہ **اسھد ان لا الہ الا اللہ** پڑھتے تھے۔ش نہیں پڑھ سکتے تھے لیکن محبت والی بات جو تھی وہ سب سے اونچی تھی۔جب رسول اللہ ﷺ وصال پا گئے تو پھر اذان نہیں دی،چھوڑ دی۔فرمایا: یار سامنے

نہیں ہوتا تو مجھ سے اذان نہیں دی جاتی ۔نہیں دی۔دمشق چلے گئے اور ایک دفعہ واپس آ ئے ۔ رسول اللہ ﷺ خواب میں ملے ،فرمایا: بلال !ہمیں چھوڑ کے چلے گئے ہو،آ تے ہی نہیں ہو۔ پھر وہاں سے بھاگے ،مدینہ شریف آ گئے۔سب نے کہا کہ اذان دے دیں ۔انہوں نے کہا کہ میں نے نہیں دینی ۔پھرانہیں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کی سفارش ڈالی گئی ۔انہیں کہا گیا کہ آپ کہیں کہ اذان دیں ۔ٹھکرا نہیں سکے۔کھڑے ہو گئے ۔جب اشھد ان محمد الرسول اللہ پر پہنچے تو غش کھا کر گر پڑے۔آ گے صورت یار کی نظر نہیں آئی ۔وہ محبت والے، پیار والے لوگ تھے ۔ان میں اللہ کی محبت تھی ، عشق تھا۔ان کے نام بھی زندہ ہو گئے ۔دنیا ساری جہاں بھی ہو،ان کو جانتی ہے۔

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ محمد یعقوب صاحب
اور ادارہ فلاح آ دمیت کی طرف سے
قارئین کرام کو ماہ رمضان کی مبارک ہو
اس مبارک ماہ میں اللہ تعالیٰ آپ کو تمام نیکیاں
اور سعادتیں سمیٹنے کی توفیق عطا فرمائے
مزید قارئین کرام کو عید الفطر کی پیشگی مبارک ہو

انسان ،قرآن اور ماہ رمضان

(قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدیؒ)

جب تک انسان کی حقیقت اوراس کی زندگی کا مقصد معلوم نہ ہو دین اسلام کے احکام کی حکمت اوراہمیت اچھی طرح سمجھ میں نہیں آ سکتی ۔قرآن کریم کے مطالعہ سے انسانی زندگی کی جو حقیقت سامنے آتی ہے۔وہ یہ ہے کہ اس کی ابتداء مادّی دنیا سے نہیں ہوتی اور نہ ہی موت اس کا انجام ہے۔تمام انسانوں کی ارواح روزِازل ہی وجود میں آ گئی تھیں۔اللہ تعالیٰ کے ارادے کے مطابق اپنی اپنی باری پر اس دنیا میں آ کر جلوہ گر ہوتیں اور مقررہ مدت بسر کرنے کے بعد واپس چلی جاتی ہیں۔قرآن نے یہ بھی بتایا ہے کہ اللہ نے آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کا علم عطا فرما کر ملائکہ پر فضیلت عطا فرمائی لیکن ابلیس نے اس کی برتری تسلیم نہ کی اور اسے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔وہ نسل انسانی کا دشمن بن گیا اور اس کو صراط مستقیم سے ہٹانے کیلئے اپنی ذریت ، لاؤلشکر اور تمام حربوں سے لیس پوری طرح مصروف عمل ہے۔اللہ نے حضرت آدمؑ اور حضرت حوّا کو کچھ عرصہ کیلئے جنت میں رکھا تا کہ ان کی ارواح اپنی منزل سے آشنا ہو جائیں۔اللہ نے انہیں واضح طور پر ایک درخت سے دور رہنے کا حکم فرمایا لیکن ابلیس نے انہیں نافرمانی پر اُکسایا۔ابلیس نے خود بھی اللہ کے واضح حکم کے باوجود سجدہ نہیں کیا تھا اور منطقی دلائل پیش کرنے کی وجہ سے مردود ہو گیا۔اس نے ان دونوں کو بھی مختلف دلائل دینے شروع کئے اور ساتھ ہی قسمیں کھا کر اپنی خیر خواہی کا یقین دلا کر فریب دینے میں کامیاب ہو گیا۔

لیکن ابلیس کے برخلاف جو اپنی غلطی پر اکڑ گیا آدم علیہ السلام نے ندامت کا اظہار کیا اور اللہ سے سیکھے ہوئے کلمات کے ذریعے سے مغفرت طلب کی اور اللہ نے انہیں معاف فرما دیا۔ اس سے واضح ہو گیا کہ ازلی اور پیدائشی گناہ کا نظریہ درست نہیں ہے۔ آدم علیہ السلام کو زمین کی خلافت عطا کرنے کیلئے ہی پیدا کیا گیا تھا۔ اس لئے انسان کو اس مادّی دنیا میں کسی جرم کی سزا بھگتنے کیلئے نہیں بلکہ اللہ کی عطا کردہ گونا گوں اہلیتوں کے اظہار اور اپنی شخصیت کی تکمیل کیلئے بھیجا گیا ہے۔ عالم ارواح ہی میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت سے قیامت تک آنے والی تمام ارواح کو نکال کر اُن سے اپنی ربوبیت کا پختہ عہد لے لیا تا کہ مادّی دنیا کی بھول بھلیوں، عالم اسباب کے پردوں، نفس کی سرکشی اور سفلی لذت میں انہماک کی وجہ سے کوئی انسان اس وہم اور گمراہی میں مبتلا نہ ہو جائے کہ میں بالکل آزاد اور اپنی مرضی کا مالک ہوں نہ کوئی میرا آقا اور ربّ ہے اور نہ ہی میں کسی کے سامنے اپنے اعمال کیلئے جوابدہ ہوں۔ یا پھر اللہ کو چھوڑ کر اس کی مخلوق میں کسی کو اپنا ربّ بنا کر ظلم عظیم کا مرتکب ہو جائے۔ قرآن وضاحت کرتا ہے کہ یہ عہد اس لئے لیا گیا: تا کہ کوئی انسان روزِ قیامت یہ نہ کہہ سکے کہ مجھے تو اس کی خبر ہی نہ تھی اور نہ ہی یہ بہانہ بنا سکے کہ آباؤ اجداد کی گمراہی کی وجہ سے میں حقیقت کو نہ جان سکا"۔ اگر چہ یہ عہد عام انسانوں کو شعوری طور پر ہرگز یاد نہیں لیکن روح کی گہرائیوں میں موجود ہے اور مرنے کے بعد جب مادّے کے حجابات اُٹھ جائیں گے تو پھر سب کچھ یاد آ جائے گا۔ حیاتِ ارضی میں انسان کے طرزِ عمل اور اس کی کامیابی یا ناکامی کا انحصار اس عہدِ الست کو تسلیم کر لینے یا اس سے انکار کر دینے پر ہے۔ اللہ کی بے پایاں رحمت نے اس عہد پر ہی اکتفا نہ فرمایا بلکہ آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجنے سے پہلے فرما دیا کہ

''میری طرف سے تمہیں ہدایت اور راہنمائی آتی رہے گی۔ جو اس پر چلیں گے نہ ان کو کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے اور جو لوگ میری آیات کو نہیں مانیں گے اور جھٹلائیں گے تو وہ لوگ آگ کے عذاب کے مستحق ہوں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے''۔

(البقرہ۔آیت:39,38)

اس مادّی زندگی کی تربیت گاہ میں ہر چیز انسان کی سہولت اور خدمت کیلئے پیدا کی گئی ہے۔ اولادِ آدم کا فرضِ منصبی اور خلافت ارضی کا یہ تقاضا ہے کہ ان تمام چیزوں کو زیرِ نگیں کر کے اپنی اہلیت کو ثابت کر دے۔اس جدوجہد ہی میں اس کی روح کی ترقی اور شخصیت کی تکمیل کا راز بھی پوشیدہ ہے۔اسلام مادّی دنیا سے بیزاری اور رہبانیت کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ اسے تسخیر کر کے آگے ہی آگے بڑھنے اور اللہ کو اپنی منزل بنانے کی ترغیب دیتا ہے۔ جیسا کہ علامہ اقبالؒ نے فرمایا۔

کمال ترک نہیں آب و گِل سے مہجوری
کمال ترک ہے تسخیر خاکی و نوری

لیکن جو انسان متاعِ دنیا کو سب کچھ سمجھ کر اس تربیت گاہ سے ہی دِل لگا لے اور اللہ کے رسولوں کی یاددہانی کے باوجود بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہ لائے وہ خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائے گا۔اب اس کی نگاہوں سے نہ صرف زندگی کا مقصد اوجھل ہو جائے گا بلکہ اپنی ذات کی حقیقت سے بھی بیگانہ ہو جائے گا۔ایسا انسان سفلی جذبات کی تسکین اور مادّی لذّات کے حصول میں غرق ہو کر حیوانوں کی سطح پر گر جاتا ہے۔حالانکہ انسان کی فلاح اس امر میں ہے کہ دنیا کی نعمتوں سے بھرپور استفادہ کرتے ہوئے بھی اس کی محبت میں مبتلا نہ ہو

کیونکہ ساری خرابی دنیوی زندگی کو اُخروی زندگی پر ترجیح دینے میں ہے۔حضور نبی کریم ﷺ کا بھی فرمان ہے: حب الدنیا راس الخطیئہ "دنیا کی محبت ہی ساری خرابیوں کی جڑ ہے" سب سے زیادہ محبت انسان کو اپنے اللہ سے کرنی چاہیے۔ جو اس کا معبود اور محبوب ہے۔ سورۃ البقرہ آیت 165 میں ارشاد ہوا کہ "جو لوگ ایمان والے ہیں وہ تو اللہ سے شدید محبت کرتے ہیں"۔

صرف اس طرز فکر ہی سے انسان ماسوا اللہ کے خوف سے نجات پا کر حقیقی آزادی اور اشرف المخلوقات کے مقام پر فائز ہو سکتا ہے۔علامہ اقبالؒ نے فرمایا:۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اگر انسان اس حقیقت کو تسلیم کر لے کہ میرا مالک، آقا اور ربّ اللہ تعالیٰ ہے۔اس نے موت و حیات اور زمین کی ساری نعمتیں میری تربیت اور آزمائش کیلئے تخلیق فرمائی ہیں۔ مجھے اللہ کے پاس واپس لوٹنا ہے۔جہاں مادّی دنیا میں میری کارکردگی کی مناسبت سے مجھے جزا یا سزا ملے گی۔تو وہ مومن یعنی حقیقت کو مان لینے والا کہلوائے گا۔اب اسے اپنی منزل کی فکر دامنگیر ہو جائے گی کہ کس طرح بھرپور دنیوی زندگی بسر کرتے ہوئے اور اپنی تخلیقی اہلیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے دنیا کے منفی اثرات سے بچ کر اللہ کے قرب کی منزل کی طرف رواں دواں رہ سکے۔اس جذبہ کو تقویٰ کا نام دیا جاتا ہے۔اگرچہ اس کے معنی خوف ڈر اور پرہیزگاری کے بھی ہیں لیکن ان کے ساتھ ساتھ اللہ کی محبت کی کشش کے معنی بھی اس میں پوشیدہ ہیں۔آپ آسانی کی خاطر تقویٰ کو "فکر منزل" کہہ لیں۔ یہ فکر جس قدر قوی ہوگی اتنا ہی ایک مومن ان خواہشات، لذات اور اعمال سے بچنے کی کوشش کریگا جو اسے اللہ کی یاد سے غافل کر دیں وہ اس جدوجہد میں لگ جائے گا کہ زندگی اللہ کی منشاء کے مطابق گزارے تا کہ

اس کے قرب اور رضا کا مقام حاصل کر سکے۔اس طرح بنی نوع انسان دو بنیادی گروہوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔اللہ کی الوہیت، رسولوں کی رسالت اور یوم آخرت کا انکار کرنے والے کفار کی ملت اور ان حقائق کو مان کر اللہ کی حاکمیت کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والے مسلمانوں کی ملت۔اللہ کے نظام کے تحت کفار کی حمایت کرنے،انہیں اندھیروں کی طرف لیجانے،ان کے برے اعمال کو اپنے فریب سے خوش نما بنا کر دکھانے اور عذاب دوزخ کی طرف لے جانے والے شیاطین کی فوجیں موجود ہیں۔اس طاغوتی لشکر کا سرکردہ ابلیس ہے۔اس کے برعکس اہل ایمان کی راہنمائی کرنے اور انہیں کفر و شرک کے اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جانے والے رسولوں کا مبارک گروہ ہے۔جس کے سردار و سالار حضور ابد قرار، کالی کملی والی سرکار احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔مزید برآں اللہ تعالیٰ خود مومنوں کا مولا، حمایتی اور مددگار ہے۔اللہ اور اس کے فرشتے اہل ایمان کو اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جانے کیلئے ان پر رحمتوں کا نزول فرماتے ہیں۔(الاحزاب:42)

''اللہ تعالیٰ کے عرش کو اُٹھانے والے اور اس کے گرد جو فرشتے ہیں وہ اللہ کی تسبیح کرتے اور اہل ایمان کیلئے دُعائیں کرتے رہتے ہیں۔کہ اے اللہ مومنین کی مغفرت فرما انہیں دوزخ کے عذاب سے بچا کر جنت میں داخل فرما۔اور جو اِن کے باپ دادا اور انکی بیویوں اور اولاد میں سے نیک ہوں ان کو بھی جنت میں داخل فرما''۔(سورہ المومن 8,7)اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنین پر کس قدر رحیم ہیں اور اپنی رحمت سے ان کی مغفرت کیلئے کیا کیا انتظامات کر رکھے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آخری زمانہ کے انسانوں کو گمراہی کے اندھیروں سے نکالنے،ان کی زندگی کی غرض و غایت سے آگاہ کرنے اور اپنے قرب کی طرف لے جانے والی سیدھی راہ کی

نشاندہی کرنے کیلئے حضور خاتم النبیین ،رحمۃ اللعالمین علیہ الصلوۃ والسلام کو مبعوث فرمایا اور ان پر گزشتہ تمام کتابوں کی تصدیق کرنے والی ،قیامت تک آنے والے انسانوں کو ہدایت مہیا کرنے والی اور کامل ترین نظام حیات پیش کرنے والی کتاب "القرآن" نازل فرمائی۔ اس کتاب کی فصاحت و بلاغت،اس کا انداز تبشیر و تنذیر ،اس میں اللہ کی الوہیت اور ربوبیت پر دیے گئے ناقابل تردید دلائل،اس میں بیان کردہ قصص و امثال،گزشتہ اقوام و ملل کے حالات اُخروی زندگی کی حقیقت اور اس میں پیش آنے والے واقعات ،نیکوکاروں اور مجرموں سے کئے جانے والے معاملات کی تفصیل اپنے اندر غافل دلوں اور خوابیدہ ضمیروں کو بیدار کرنے اور سینوں کو منور کرنے کے ہزارہا سامان لئے ہوئے ہے لیکن اس سے صحیح راہنمائی اور ہدایت حاصل کرنے کیلئے سب سے بنیادی شرط تقویٰ کا ہونا ہے۔ جسے اپنے ربّ سے ملاقات ہونے کا یقین ہی نہ ہو اس میں صراطِ مستقیم معلوم کرنے کی طلب ،بھلا کیونکر ہوسکتی ہے۔ہر شے کی قدر و قیمت طلب ہی سے متعین ہوتی ہے۔

اگر چہ انسانی تاریخ ،فلسفہ،نفسیات ،طبعیات ،فلکیات اور روحانیات کے غیر مسلم علما بھی اس کے مطالب و معنی کی گہرائی اور وسعت جان کر حیران و ششدر رہ جاتے اور اپنے اپنے علمی مقام کے مطابق اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔لیکن قرآن مجید کا اصل مقصد بنی نوع انسان کو ہدایت مہیا کرنا ہے اور اسے وہی حاصل کرسکتا ہے جس کے اندر تقویٰ ،فکر منزل اور ذوق پرواز ہوگا۔ جو شخص اس جذبہ سے خالی ہو اس کا علم خواہ کتنا ہی متنوع اور وسیع ہو کر قرآن کی حقیقی روح سے ناآشنا اور اس سے فیضیاب ہونے سے محروم رہے گا۔اس کتاب سے ہدایت کا اکتساب تقویٰ کے معیار کے مطابق ہوتا ہے۔جیسے جیسے ایک مومن میں

تقویٰ بڑھتا چلا جاتا ہے ویسے ویسے قرآنی اسرار و رموز اور اسلام کی حقانیت کیلئے اس کا سینہ کھلتا چلا جاتا ہے۔ اس سے یہ امر روشن ہو کر سامنے آ گیا کہ قرآنی ہدایت اور تقویٰ میں ایک خصوصی ربط و تعلق ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تقویٰ کس طرح پیدا ہوتا اور ترقی کرتا ہے۔ قرآن کی تعلیم کی روشنی میں اس کا جواب یہ ہے کہ اس خیر و خوبی کے مصدر کی خشتِ اوّل اسلامی طرز حیات کا راہنما اصول کلمہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ہے۔ یعنی انسان سچے دل سے یہ حقیقت تسلیم کر لے۔ کہ میرا معبود اور حاکم اللہ ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور ان کی اطاعت اور اتباع ہی میں میری دنیوی اور اُخروی فلاح ہے۔ تمام آسمانی کتابوں کا بنیادی پیام اور انبیا کی تعلیم کا خلاصہ اللہ تعالیٰ کی واحدانیت اور یوم آخرت پر ایمان لا کر موت کے بعد والی حقیقی اور ابدی زندگی کو دنیا کی عارضی زندگی پر ترجیح اور فوقیت دینا ہے۔ اِن عبادات کی ادائیگی سے ایک مومن اپنا قلبی تعلق متاع دنیا سے توڑ کر اللہ کی ربوبیت کا زبانی اقرار اور عملی اظہار کرتا رہتا ہے۔ مثال کے طور پر نماز ہی کو لے لیں جسے حضور ﷺ نے دین کا ستون اور جنت کی کنجی فرمایا ہے۔ اس کے ذریعے سے مومن تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد اپنے گھر، اہل و عیال، کاروبار، ملازمت اور جسمانی راحت و آرام کی محبت کو توڑتا رہتا ہے۔ تاکہ یہ تعلق پختہ ہو کر خسران کا باعث نہ بن جائے۔ وہ متاع غرور اور بتان وہم و گمان سے اپنا رشتہ منقطع کر کے اللہ کے حضور اپنا سر نیاز خم کر کے یہ ثابت کر دیتا ہے کہ اسکی وفاؤں کا قبلہ اور محبت کا مرکز صرف اللہ سبحانہ تعالیٰ کی بابرکت ذات ہے۔ اِسی طرح زکوٰۃ اور حج بھی مال و زر، اہل و عیال اور ارض وطن کی محبت کو مطلوبہ اعتدال پر لانے اور اللہ سے اپنا تعلق بڑھانے کے وسائل ہیں۔

قرآن کی سورۃ توبہ کی آیت نمبر 111 میں ارشاد ہوا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کے اموال اور ان کی جانیں جنت کے بدلے خرید لئے ہیں"۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

ایک حدیث مبارک بھی ہے کہ ”تم اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنی خواہشات کو اس کے تابع نہ کرلو جو میں لایا ہوں“۔اس سے معلوم ہوا کہ تقویٰ اور ایمان کا اعلیٰ مقام یہ ہے کہ بندہ اپنی تمام خواہشات کو اپنے ربّ کی رضا کے ماتحت کردے۔اس معیار کے حصول کیلئے نفس کے سرکش گھوڑے کو اطاعت کی مضبوط لگام دینا اور مادّی لذات کی محبت کو منقطع کرنا نہایت ضروری ہے۔یہ اہم مقصد ایک مربوط اور پراز حکمت تربیتی نظام کا تقاضہ کرتا ہے۔چنانچہ اسی غرض کیلئے مومنین پر روزے فرض کئے گئے اور ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا گیا کہ ”اللہ کی طرف سے یہ کوئی نیا حکم نہیں ہے بلکہ گزشتہ تمام اُمتوں کو بھی نفس کی اصلاح کر کے تقویٰ کو تقویت دینے کیلئے یہی کارگر نسخہ عطا کیا گیا تھا۔انسانی نفس کی یہ فطرت ہے کہ فاقے سے کمزور اور مضمحل ہو کر اپنی درندگی اور بہیمیت سے رُک جاتا ہے اور اس کی اس حالت سے فائدہ اُٹھا کر اسے اللہ کی اطاعت اور بندگی کی طرف مائل کیا جا سکتا ہے۔یہ یاد رہے کہ درندوں کو سرکس میں مختلف کرتب دکھانے کی تربیت دینے کیلئے بھی پہلے انہیں کئی کئی دن بھوکا پیاسا رکھا جاتا ہے اور پھر اپنی خوراک تک پہنچنے کیلئے مطلوبہ کرتب کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔اس لئے مومنین کو یہ بات اچھی طرح جان لینی چاہیے کہ روزے کا مقصود بھوکا پیاسا رہنا نہیں بلکہ نفس کی اصلاح کرنا ہے۔اس لئے اس مقصد کو شعوری طور پر پیشِ نظر رکھتے ہوئے، بھوک کی حالت میں جسم کے تمام اعضاء اور نفس کی خواہشات کو احکام الٰہی کا پابند بنا کر روزے سے حقیقی فائدہ اُٹھانا چاہیے۔تاکہ ایسا نہ ہو کہ حضور ﷺ کی اس حدیث کا مصداق ہم بن جائیں جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”کئی روزہ دار ایسے ہونگے جنہیں روزے سے بھوک پیاس کے سوا اور کچھ حاصل نہ ہوگا“۔

آخر میں ان حکمتوں اور برکتوں کا ذکر کرنا ہے جو ماہ رمضان ہی کو ماہ صیام قرار دینے میں ہیں یہ سبھی جانتے ہیں کہ انسانوں کو ہدایت کیلئے اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب کے نزول کا شرف ماہ رمضان کو عطا ہوا۔ جس کی وجہ سے یہ مہینہ ہمیشہ کیلئے خصوصی رحمتوں اور برکتوں کا حاصل بن گیا ہے۔ اس مہینہ کی ایک خاص رات لیلۃ القدر کو ہزار مہینوں سے بہتر ہونے کی انفرادیت سے نوازا گیا۔ بعض روایات کے مطابق گزشتہ آسمانی کتابیں بھی اسی ماہ مبارک میں اتاری گئی تھیں۔ اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت ہی مہربان ہوتے ہیں۔ اسی لئے حضور ﷺ نے اسے خاص طور پر اللہ کا مہینہ فرمایا ہے۔ اللہ کی رحمت سے اس میں برائی کے اثرات کم اور نیکی کے ثمرات کئی گنا زیادہ کر دیئے جاتے ہیں۔ جہنم کے دروازے بند اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے۔ اس لئے نفس کو زیر کر کے روحانی قوتوں کو ترقی دینے یعنی تقویٰ کو فروغ دینے کیلئے اس ماہ سے بہتر مہینہ اور کونسا ہو سکتا تھا۔ اس لئے ہماری سہولت کیلئے اللہ رحیم و کریم نے ماہ رمضان ہی کو ماہ صیام قرار دے دیا تاکہ اس کی رحمتیں اور برکتیں بھی ہماری معاون بن جائیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کیلئے قرآن نازل فرمایا لیکن اس نور سے استفادہ تقویٰ کی عدم موجودگی میں ممکن ہی نہیں چنانچہ قرآن کریم کے شروع میں فرمادیا گیا کہ اس کتاب میں متقین کیلئے ہدایت ہے۔ اسی مناسبت سے قرآن کے نزول والے بابرکت مہینہ ہی کو تقویٰ کی ترقی کیلئے مخصوص فرمادیا گیا اسی لئے پورے عالم اسلام میں اس ماہ کے دوران کثرت کے ساتھ قرآن کی تلاوت اور سماعت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ تاکہ روزے سے حاصل ہونے والی روحانی صلاحیت کی بدولت مومنین پر قرآن کی حقانیت روشن سے روشن تر ہوتی چلی جائے اور اسلام ان کے دلوں میں گھر کر جائے اور پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو کر اللہ کے انعام و اکرام کے حقدار بن جائیں۔

ماہ صیام کی تربیت اگر پورے اہتمام اور ظاہری اور معنوی لوازمات کی کامل پابندی کے ساتھ مکمل کی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ سال کے باقی گیارہ مہینوں میں اس کے اثرات قائم نہ رہیں اگر کبھی تقویٰ میں کمزوری محسوس ہونے لگے تو نفلی اور سنت روزہ سے بھی مدد لی جاسکتی ہے۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ روزہ ایک ڈھال ہے۔تو مومن کو چاہیے کہ اپنے حقیقی دشمن یعنی شیطان کے حملوں کو روکنے کیلئے اس دفاعی ہتھیار کو پوری قوت اور شدت سے استعمال بھی کرے۔جب بھی شیطان کی طرف سے کسی حرام کام کے ارتکاب کیلئے دل میں وسوسہ پیدا ہو تو مومن کو چاہیے کہ ماہ رمضان کے دوران ضبط نفس کی تربیت کو یاد رکھے۔ یہی لمحہ مومن کے ایمان اور تقویٰ کے امتحان کا ہوتا ہے۔جو مومن بندہ ماہ رمضان میں اپنے ربّ کے حکم پر روزے کے دوران حلال رزق اور جائز جنسی خواہشات سے بھی اپنے آپ کو روک لیتا ہے۔اس کیلئے کسی حرام فعل کا ارتکاب یا اللہ کی معصیت سے اپنے آپ کو باز رکھنا تو آسان تر ہوتا ہے۔ایسے ہی کردار کے حامل لوگ متقین کہلاتے ہیں۔اور آخرت میں جنت کی نعمتیں بھی متقین کے لئے ہی وقف ہیں۔اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کو رمضان المبارک کی برکتوں سے کامل طور پر مستفیض فرما کر متقین اور مقربین میں شامل فرمائے۔ آمین!

رمضان،قرآن اور پاکستان

(صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی)

نیکیوں کے موسم بہار رمضان المبارک کا تعلق بیک وقت جملہ بنی نوع انسان، مسلمان اور اہل پاکستان کے ساتھ ہے۔اس ماہ میں متعدد ایسے واقعات رونما ہوئے جنھوں نے انسانی نظریے اور سوچ کو نئی جہت، اسلامی تاریخ کو مثبت موڑ اور اہل پاکستان کو ایک نعمت خداداد سے ہمکنار کیا۔رمضان ایک ایسا مہینہ تو ہے ہی جس کا پہلا عشرہ رحمت، دوسرا مغفرت اور تیسرا نجات سے عبارت ہے۔جس میں مومن کے رزق کو فراخ کر دیا جاتا ہے۔جس میں نیکیوں کے اجر کو سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے۔جس کی سحری میں برکت اور افطاری میں لذت ہے جسے زبان نبوت نے ''شہر المواساۃ'' یعنی ہمدردی کا مہینہ قرار دیا ہے۔جس کی سب سے اہم عبادت ''روزہ'' کو اللہ تعالی نے اپنے لئے خاص فرمایا ہے اس کے روز و شب کو صیام اور قیام سے منسلک کر کے بھرپور تربیتی نصاب میں بدل دیا گیا ہے اور جس میں نفل کا درجہ بڑھا کر فرض اور ایک فرض کو ستر فرائض کے ہم پلہ کر دیا گیا ہے۔یہ فضائل و برکات خود اپنی جگہ قابل قدر اور لائق توجہ ہیں لیکن اس ماہ کو کچھ اور تاریخی تبدیلیوں کے سبب خاص امتیاز اور شرف حاصل ہے۔

اس ماہ مبارک کی سترہ تاریخ کو پہلا معرکہ حق و باطل برپا ہوا جبکہ حضور اکرم ﷺ کو ہجرت کئے اور مدینہ منورہ میں آئے ہوئے دو سال بھی نہیں ہوئے تھے 2ھ 17 رمضان المبارک کو میدان بدر میں کفر اور اسلام آمنے سامنے ہوئے اور اس دن کو قرآن حکیم نے ''یوم الفرقان'' کا نام دیا ہے یعنی ''فیصلے کا دن'' 17 رمضان کو تین باتوں کا فیصلہ آ گیا۔

اولاً۔۔۔اسلام میں تشکیل امت خون، برادری،نسل، رنگ،وطن اور زبان کے ذریعے نہیں بلکہ نظریاتی وحدت اوراعتقادی ہم آہنگی کی بنیاد پر ہوتی ہے۔غزوہ بدر میں ایک ہی خطے جزیرۃالعرب کے لوگ آمنے سامنے تھے قریش دوبدو تھے،عربی زبان بولنے والے مدمقابل تھے،عرب خون مچل رہا تھااور بیٹے کے مقابلے میں باپ اور بھائی کے مقابلے میں بھائی صف آرا تھا۔لسانی ،وطنی،نسلی اور خاندانی اشتراک کے باوجود ان کے نظریئے میں اختلاف تھااس لئے ایک گروہ جاہلی نخوت کاعلمبردار تھا اور دوسرانظریاتی لذت سے سرشار تھا۔ثالثاً۔۔۔اس غزوہ سے دنیا کو یہ اندازہ بھی ہوگیا کہ اسلام اپنی ذات،اپنی نفسیات اور اپنی تعلیمات کے اعتبار سے ایک جامد،منفعل،مرعوب،مغلوب اور کتابی دین نہیں بلکہ وہ متحرک، غالب اور جہادی دین ہے۔وہ ایک الگ سیاسی اور ریاستی تشخص چاہتا ہے وہ اپنے لئے سرزمین طلب کرتا اور خدا کے مطلوب اور نمائندہ دین کے طور پر کفر اور شرک پر غالب آنے کامنشوراور داعیہ رکھتا ہے۔

8ھ ماہ رمضان کو''فتح مکہ'' کاعظیم الشان تاریخی واقعہ رونما ہوا جس نے کفر پر اسلام کی بالادستی کوواضح اور ثابت کردیا اوراس کے بعد اسلام اپنے عالمگیر مشن کا آغاز کرتا ہے اور پھر صدیوں تک اسلام کی راہ میں کوئی روڑا نہ رہا اور ایک دنیا سرنگوں ہوگئی۔یہ ایک دومثالیں خصوصاًاہل اسلام کیلئے ہیں کہ رمضان المبارک کے مہینے سے ان کی کیا تاریخی یادیں وابستہ ہیں۔

عالم انسانی کیلئے بھی یہ مہینہ ایک محسن مہینہ ہے اسی رمضان کی ستائیسویں شب کونزول قرآن ہوا،قرآن اترا تو قلب نبوت پر لیکن اس سے پوری دنیائے انسانیت نے فیض پایا اور اسے منشور انسانی کا درجہ ملا۔قرآن مجید نے پہلی بار انسان کواس کے''راز خدا''ہونے کااحساس دلایا ورنہ اس سے پہلے تو انسان اور خدا کے درمیان نہ جانے کتنے کلیسا، کتنے

پروہت، کتنے پنڈت، حائل تھے پہلی بار انسان کو پتہ چلا کہ وہ سمندروں،سر بفلک پہاڑوں،اونچے درختوں،گہرے غاروں،پھن پھیلائے سانپوں،گرجتے شیروں،چنگھاڑتے ہاتھیوں،کڑکتی بجلیوں،برستے بادلوں،چمکتے سورج،دمکتے چاند اور ٹمٹماتے ستاروں کا خادم اور غلام نہیں بلکہ یہ سب کچھ اس کیلئے بنائے گئے ہیں۔اس کی خدمت کیلئے،اس کی سہولت کیلئے اور اس کی ضرورت کیلئے پہلی بار انسان کو قرآن کے ذریعے معلوم ہوا کہ وہ نہ پیدائشی گنہگار ہے اور نہ کسی کا محکوم اور غلام وہ ماں کے پیٹ سے معصوم پیدا ہوتا اور آزاد جنم لیتا ہے وہ صرف اللہ کا غلام اور بندہ ہے اس پر کوئی اپنا حق آقائی جتانے کا روادار نہیں اور کوئی اس سے اپنی بندگی کے مطالبے کا حقدار نہیں۔

قرآن مجید ہی کے ذریعے انسان کو معلوم ہوا کہ دنیا میں سرخروئی اور آخرت میں کامیابی کسی دھڑے،کسی برادری،اور کسی دھرم کے باعث نہیں بلکہ صحیح عقیدے،نیک عمل اور ربانی بننے کے باعث ممکن ہے قرآن مجید نے کہا:

ترجمہ: "یہ کہتے ہیں کہ یہود ونصاریٰ کے سوا کوئی جنت میں نہ جائے گا یہ صرف ان کی آرزوئیں ہیں" (البقرہ111)

یہ حوصلہ اور اعتماد بھی قرآن مجید نے عطا کیا کہ لوگوں میں اگر تبدیلی کی خواہش، جینے کی امنگ اور رہنے کا ڈھنگ ہو تو اللہ بلاوجہ اس قوم کو مبتلائے آزار نہیں کرتا''۔

''آپ کا رب ایسا نہیں کہ کسی بستی کو ظلم سے ہلاک کردے اور وہاں کے لوگ اصلاح کیلئے کوشاں ہوں''

انسانوں کے درمیان اٹھی ہوئی رنگ و نسل کی فصیلوں کو بھی قرآن نے منہدم کیا اور نیا معیار عزت و منزلت عطا کیا۔ ''اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک ہی مرد وعورت سے پیدا کیا اور محض اس لئے تم میں شعوب وقبائل بنائے کہ ایک دوسرے کو پہچان پاؤ(ورنہ) اللہ کے نزدیک قابل تکریم صرف اہل تقویٰ (صاحب کردار) ہیں''(الحجرات:13)

اور اسی قرآن مجید کی بنیاد پر جزیرۃ العرب میں پہلی بار ایک منظم ریاست وجود میں آئی جو اپنے جوہر میں ایک عالمی ریاست تھی اور اس ریاست کے طفیل حجۃ الوداع کے موقع پر انسانی حقوق کا مفصل چارٹر سامنے آیا اور ان حقوق کو الٰہی حقوق کا درجہ دے کر نبی اور اُمتی کو بیک وقت ان کی پاسداری کا پابند بنایا گیا ان مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان انسانوں کیلئے بے بہا الٰہی تحائف اور روحانی سوغاتیں لے کر آیا اور عالم انسانی آج تک ان سے بہرہ ور اور کیف اندوز ہو رہا ہے۔ رمضان المبارک کا ایک خاص تعلق پاکستان اور اہل پاکستان سے ہے اور وہ یوں کہ نظریہ پاکستان کی بنیاد (بقول بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ) اس دن رکھ دی گئی تھی جب برصغیر میں پہلا شخص مسلمان ہوا تھا اور کسی بھی شخص کے اسلام کی نعمت سے بہرہ مند ہونے کا وسیلہ غازی اسلام "محمد بن قاسمؒ" بنا جس نے دیبل فتح کر کے سندھ کو "باب الاسلام" ہونے کا شرف عطا کیا۔ یہ واقعہ بھی 10 رمضان المبارک کو رونما ہوا۔ اور دوسرے یہ کہ 27 رمضان ہی کو پاکستان معرض وجود میں آیا اس اعتبار سے اہل پاکستان کا رمضان المبارک سے خصوصی تعلق بنتا ہے۔

پاکستان اللہ تعالیٰ کے ارادوں کا مظہر ہے مدینہ کے بعد اسلام کے نام پر بننے والی یہ پہلی اسلامی ریاست قائم ہوئی جس کی مدینہ سے مناسبت ہے یہ ملک قائم رہنے کیلئے بنا ہے۔ شاہ فیصل کے بقول "پاکستان اسلام کا قلعہ ہے"۔

اس تعلق کی وضاحت کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنے اجتماعی رویے پر غور کریں کہ کیا پاکستان کا ناک نقش، اس کا ریاستی ڈھانچہ، اس کا سیاسی رویہ، اس کا معاشرتی چہرہ اور اس کا معاشی ایجنڈا وہی ہے جو ایک ایسی ریاست کا ہونا چاہئے جو اسلامی نظریے کی علمبردار ہو جس کا ظہور اور قرآن کا نزول ایک ہی رات میں ہوا ہو اور جس نے اپنے سفر کا آغاز ماہ رمضان میں کیا ہو۔ وہی رمضان جس میں جنت کے دروازے کھولے اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے

جاتے ہیں جبکہ آج ملک میں اصلاح کے سر چشمے بند اور فساد کے کواڑ چوپٹ کھلے ہوئے ہیں۔

وہی رمضان جس میں رنگ و نسل اور ہمہ نوعی تفرقے کی اس سازش اور خواہش کو خاک آلود کردیا گیا کہ وہ اہل اسلام کا معاشی مقاطعہ کر کے ان کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیں گے مسلمانوں نے روزوں کا آغاز کر کے اہل کفر کو بتایا کہ ہمارے ہاں بھوکا رہنا عار نہیں بلکہ یہ تو کار ثواب ہے۔ ہم محض پیٹ اور لذت کام و دہن کی خاطر اپنے اصول و نظریات چھوڑنے والے نہیں جبکہ آج محض نمود و نمائش اور آسائش تن کیلئے تمام شرائط مان کر آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک سے معاملہ طے کیا جاتا ہے"۔

وہی رمضان جس میں فتح مکہ ہوئی اور دنیا کو پہلی بار انتقام سے گریز کا عملی درس ملا اور عفو کا مفہوم سمجھ آیا اور ہر شخص کی عزت، آبرو، مال اور جان کا تحفظ یقینی بنایا گیا تھا جبکہ آج جذبہ انتقام خون آشام ہوتا جا رہا ہے اور جان و مال کا تحفظ ایک پارینہ خواب ہو کر رہ گیا ہے۔

وہی رمضان جس کی ایک مُبھم گھڑی میں اسلامیانِ ہند نے آزادی کا سانس لیا اور نیا خواب دیکھا تھا جبکہ آج سیاسی و معاشی صورت حال اس قدر ہولناک ہو گئی ہے کہ جان و مال کی حفاظت تو اپنی جگہ خود آزادی و استقلال کا تحفظ ایک سوالیہ نشان بنتا جا رہا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ رمضان اور قرآن کے حوالے سے پاکستان کو پھر اسی نقطے پر واپس آنا پڑے گا۔ جہاں سے اس نے اپنے قیام کا آغاز کیا تھا۔ "فکر اقبالؒ اور تدبر قائدؒ"۔ اقبالؒ کی فکر ایک آفاقی ملی فکر تھی اور قائد کی تدبیر کو اللہ کی تائید حاصل تھی۔ یہاں آفاقی و ملی فکر کے علاوہ کوئی گروہی فکر نہیں چلے گی اور تدبیر کی جگہ کوئی سازش بارآور نہیں ہوگی۔ گروہی فکر سے وحدت پاکستان کو خطرہ رہے گا اور سازش سے سیاسی استحکام مجروح ہوگا۔

ماہِ رمضان کی اہمیت

(ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ)

قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ "رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا۔ جو ہدایت ہے لوگوں کے لیے اور روشن دلیلیں ہیں صحیح تعارف راہ پانے والے اور حق کو باطل سے جدا کرنے کی تو جسے بھی یہ مہینہ نصیب ہو وہ اس مہینہ میں روزے رکھے۔

اس آیت مبارکہ میں رمضان شریف کا صحیح تعارف موجود ہے۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ قرآن مجید کا نزول اسی ماہ میں ہوا۔ اس مہینہ کو قرآن مجید سے یا یوں کہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کے نازل ہونے سے خاص نسبت ہے۔ جس طرح سے حضور اکرم ﷺ ہدایت کی تلاش میں سرگرداں تھے تو اسی مہینہ میں ان کی ہدایت کا کامل انتظام کیا گیا۔ اسی طرح سے اگر کوئی شخص آج بھی ہدایت ربانی کا طالب بن جاتا ہے اور اس مہینہ کے شب و روز میں اپنے دل کے کشکول کو سیدھا کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو ہی اپنی تمناؤں اور چاہتوں کا مرکز ٹھہرالیتا ہے تو یہ مہینہ اسکے شب و روز، اس کی ہر ساعت اس کی ہدایت کا سامان نمایاں طور پر کرے گا۔ اور اس شخص کو اس کے ظرف کے مطابق بینات من الھدی والفرقان کے عظیم شرف سے بہرہ ور کیا جائے گا۔ اسی لیے تمام بزرگان دین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس مہینہ میں تلاوت کلام پاک کثرت سے کرنی چاہیے۔ قرآن مجید کے مطالب اور معارف جس کثرت کے ساتھ اس مہینہ میں ایک طالب حق کے دل پر وارد ہوتے ہیں اور کسی مہینہ میں وارد نہیں ہوتے۔ حتیٰ کہ وہ لوگ بھی جو قرآن مجید کو بغیر سمجھے پڑھتے ہیں، قرآن مجید کے خاص

انوار ان کے دلوں میں بھی اُتر تے ہیں اور غیر محسوس طور پر قرآن مجید کی بہت سی باتیں ان کے رگ و ریشے میں اتر جاتی ہیں۔

اصل اور اہم بات یہ ہے کہ رمضان شریف کو نزول ہدایت سے خاص نسبت ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ کی زبان میں اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے ہر آن اور ہر گھڑی کائنات پر تجلیات کا نزول ہوتا رہتا ہے۔ بعض اوقات ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجلیات انتہائی کثرت اور شدت سے نازل ہوتی ہیں، جن سے انسانوں کے دلوں کی کایا ہی پلٹ جاتی ہے اور وہ انسان بھی جو عام طور پر گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں، اطاعت خداوندی کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ اس مضمون کی تائید میں حضور اکرم ﷺ کا ایک ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کیلئے خاص گھڑیاں ہوتی ہیں اور خاص قبولیت کی اور ہدایت کے فیصلوں کی ساعتیں ہوتی ہیں۔ تم لوگ ان ساعتوں کو تلاش کر کے ان سے فائدہ اُٹھایا کرو۔ ایسے ہی ایک حدیث قدسی بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ اس مہینہ میں ہر رات یہ ندائے عام فرماتے ہیں کہ کوئی شخص جو اپنے گناہوں سے توبہ کرے اور میں اسے معاف کروں؟ ہے کوئی شخص جو ہدایت طلب کرے اور میں اسے ہدایت عطا کروں؟

دوسری اہم بات یہ ہے کہ رمضان شریف صبر، ایثار، مجاہدے اور تربیت کا مہینہ ہے۔ انسان کی پوری شخصیت کو اس ماہ میں **اوورہال** کر دیا جاتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ انسانی شخصیت اس وقت تک نکھرتی نہیں ہے۔ جب تک کہ اسے مجاہدہ کی بھٹی سے نہ گزار دیا جائے۔ رمضان شریف میں یہ کام بدرجہ اتم کیا جاتا ہے۔ انسان کی عیش پسندی عام طور پر تین راستوں سے ہوتی ہے۔ اوّل یہ کہ وہ بہترین خوراک کھائے اور بے وقت کثرت سے کھاتا پیتا رہے۔ دوم یہ کہ وہ چاہتا ہے کہ آرام سے بستر پر لیٹا رہے، اور زیادہ سے زیادہ وقت نیند

اور نشے میں وقت گزار دے۔تیسرے یہ کہ وہ بے قید جنسی لذت کے راستہ عیش پسندی کی راہ اختیار کرتا ہے۔غور فرمایئے کہ روزے نے تینوں راستے بند کر دیے۔کھانا پینا سارا دن بند، حرام رزق چھڑواتے چھڑواتے نوبت یہاں تک لے آئے کہ پندرہ گھنٹوں کیلئے حلال رزق بھی بند کر دیا جاتا ہے تاکہ حرام رزق کا چھوڑنا مزید آسان ہو جائے۔غفلت،نیند،نشہ و آرام کوشی کا علاج یہ فرمایا، یہ عین اس وقت جاگنے پر مجبور کر دیا جو انتہائی میٹھی نیند کا وقت ہوتا ہے۔ سحری کا وقت انتہائی غفلت کا وقت ہوتا ہے۔فرمایا کہ اُٹھ کر میرے ہاں آجاؤ، یہی خاص مقبولیت کا وقت ہے۔یہی وصال کی گھڑی ہے۔اسی طرح جنسی لذت پر بھی پورے دن کیلئے پابندی عائد کر دی۔یوں انسان کو پابندیوں کا عادی بنایا جاتا ہے۔باغیٔ نفس کو بھوکا پیاسا رکھ کر اطاعت پر مجبور کر دیا جاتا ہے اور یہ سب کام جنگلوں اور پہاڑوں میں لے جا کر نہیں کرائے جاتے اس بھری دنیا میں کرائے جاتے ہیں کہ تپسیا کرتے کرتے اپنے آپ کو دوسروں سے برتر نہ سمجھنے لگے۔رمضان شریف ایثار و خدمت کا مہینہ ہے۔اس مہینہ میں لوگوں کے ساتھ اور زیادہ مربوط ہونے کی تعلیم دی گئی۔غریب کی ہمدردی و طعام مسکین و ہمسایہ کی کفالت اس مہینہ میں اور بھی زیادہ ضروری قرار دے دی گئی۔

روزے کا عمل ایک اہم سبق یہ بھی دیتا ہے کہ اس مہینہ میں امیر سے امیر انسان کو بھی اس تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔جس سے کہ عام طور پر غریب سے غریب انسان گزرتا ہے۔فاقہ،بھوک، پیاس، بے آرامی اور اعتکاف کی حالت میں تنہائی اور زبان بندی غرضیکہ غریب اور مجبور انسان کے ہر دکھ کا مزا بیٹھے بیٹھے چکھا دیا۔اب پتہ چلا کہ جو ہمسایہ رات کو بھوکا سو جاتا ہے اسے کیا تکلیف ہوتی ہوگی۔اب ہمدردی کا جذبہ بیدار ہوا۔اس لیے کہا جاتا ہے کہ رمضان شریف ایثار کا مہینہ ہے تاکہ دوسروں کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر

مقدم کرنا سیکھ لیں۔اور آخر میں عرض کروں گا کہ رمضان وصال کا مہینہ ہے۔یہ بات صرف وہ لوگ جانتے ہیں جنہیں اللہ تعالٰی کے حضور تڑپ کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔لیلتہ القدر بڑے ہنگامے کی رات ہوتی ہے۔یہ شبِ وصال ہے۔ایک دل والا انسان ہی جان سکتا ہے کہ شبِ وصال میں کیا قیامت خیزیاں ہوتی ہیں۔لیلتہ القدر ہی کیا رمضان شریف کی ہر ایک رات ہی شبِ وصال ہوتی ہے۔

اے خواجہ چہ پرسی زشبِ قدر نشانی
ہر شب شبِ قدر است اگر قدر بدانی

تو رمضان کی ہر شب ہنگامہ خیز ہوتی ہے۔لیکن آخیر عشرہ کی طاق راتیں عجیب ہی رنگ لاتی ہیں اور ان میں جو سچ مچ لیلۃ القدر ہوتی ہے۔اس کی عظمت کا اندازہ اس بات سے کر لیجیے کہ خود محبوب حقیقی کہتا ہے کہ تم لوگ جو اپنی شب ہائے وصال لئے پھرتے ہو،لیلتہ القدر کی کیفیت و منزلت اس سے ہزار گناہ زیادہ ہے۔فرمایا کہ ''اللہ والوں کو اس رات میں اس رنگ میں دیکھا گیا ہے کہ رات بھر ذکر،دُعا،مناجات،گریہ و زاری' میں گزاردی اور صبح کے وقت یہ شعر ان کی زبان پر سُنا۔

شبِ وصال بہت کم ہے آسمان سے کہو
کہ جوڑ دے کوئی ٹکڑا شبِ جدائی کا

حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے کہ رمضان شریف کا پہلا عشرہ مغفرت کا،دوسرا عشرہ رحمت اور تیسرا عشرہ جہنم سے نجات کا ہے۔مطلب یہ ہے کہ رمضان شریف کے پہلے دس دن میں توبہ کرے یعنی گزشتہ زندگی کی تمام خطاؤں،تمام گناہ خواہ وہ کبیرہ ہوں،یا صغیرہ،تمام پر ندامت کا احساس،اللہ تعالٰی سے ان کی معافی مانگنا اور یہ عزم کرنا ہے کہ آئندہ زندگی نادانی

کی بجائے اطاعت و بندگی میں گزرے گی۔اس طریق عمل پر اللہ تعالیٰ نے بخشش کا وعدہ فرمایا اس لیے پہلے عشرہ کو عشرۂ مغفرت کہتے ہیں۔

دوسرے عشرہ میں اللہ کی طرف سے خاص رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ہم مادی زندگی میں دیکھتے ہیں کہ پہلے برتن کو دھویا جاتا ہے اور پھر اس میں دودھ ڈالا جاتا ہے۔تو پہلے تو یہ مغفرت کے عمل کے ذریعے انسانی قلب کو دھویا گیا۔اس تزکیہ کے بعد اس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ورود شروع ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی خاص تجلیات و انوار ہیں جو انسانی روح میں ان دس دنوں میں پیوست کر دی جاتی ہیں۔اس سے روح کو جلا نصیب ہوتی ہے۔اس سے مردہ شخصیات کو ایسی زندگی نصیب ہوتی ہے جسے موت نہیں۔

لیجیے تیسرا عشرہ آ گیا۔تیسرا عشرہ اہم ترین عشرہ ہے۔لیلۃ القدر عام طور پر ان ہی دس راتوں میں آتی ہے۔یہ خاص نعمت کا عشرہ ہے کہ بندے کو آگ سے برات کا پروانہ دے دیا جاتا ہے۔ایک دل والے کی نگاہ سے دیکھیں تو یہ بہت بڑا پروانہ ہے۔آگ اور جہنم دراصل اللہ تعالیٰ سے جدائی کے مقام ہیں۔جنت اللہ تعالیٰ کے قرب و وصال کی منزل ہے۔تو اس عشرہ میں اللہ تعالیٰ بندوں سے یہ وعدہ فرماتے ہیں کہ تم میرے ہو اور میرے ہی رہو گے۔میں تمہیں اپنے آپ سے جدا نہیں کروں گا۔میں نے تمھیں اپنے قرب اور وصال کے لئے قبول کرلیا ہے۔تم میری وفا کے مستحق ٹھہر گئے ہو۔ہمیشہ ہمیشہ کیلئے تمہیں میرا ساتھ نصیب رہے گا۔میں تمھیں پل بھر کے لیے علیحدہ نہیں کروں گا۔جہنم جو مقام ہجر و عذاب ہے تم اس سے ہمیشہ کیلئے بچ گئے۔تو ان دس دنوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیار کا اور وفا کا وعدہ کیا جاتا ہے۔

قرآن کریم

(عبدالرشید ساھی)

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخہ کیمیاء ساتھ لایا

سبحان اللہ ! نسخہ کیا ہے ! کیمیا ہے ، بیماروں کی شفاء، تندرستوں کا ذریعہ بقاء، گمراہوں کا رہنما، مسجدوں میں اس کی تلاوت ہے میدانوں میں اس سے جہاد، جان کنی میں مشکل حل کرے، بعد موت قبر وحشر میں کام آئے۔غرض کہ انسان کی دینی اور دنیوی زندگیوں کا دستورالعمل ہے۔ہر مسلمان کے دل میں جذبہ ہے کہ اسے سمجھے، ہر مومن کے دل میں تڑپ ہے کہ اس فرمان تک اس کی رسائی ہو، علماء تو محنت کر کے اس کے مضامین تک پہنچ جاتے ہیں اور عوام کیلئے بھی مفسرین حضرات نے بڑی آسانیاں پیدا کر دی ہیں تقریباً ہر زبان میں اس حکمت سے بھرپور کتاب عظیم کے ترجمے ہو چکے ہیں ۔لیکن ایک بات بڑے دکھ سے بیان کرتا ہوں کہ بعض مفسرین نے قرآن پاک کو ولایتی عینک سے دیکھا اور شیطانی دل و دماغ سے اس کو سمجھا کہ خود قرآن کریم سے صاحب قرآن ﷺ کی توہین نکالنے لگے، شیطانی توحید کو ایمانی توحید بنا کر خلق کے سامنے پیش کرنے لگے، آج کل ہر مذہب نے ترجمہ قرآن کو آڑ بنایا ہے، جگہ جگہ مسجدوں میں قرآنی ترجمے کے درس کے بہانے مسلمانوں کو بہکایا جا رہا ہے۔

؎ اصل اصول بندگی اس تاجور ﷺ کی ہے

نبی کی اطاعت ہی درحقیقت حق تعالیٰ کی اطاعت ہے کیونکہ نبی کا الہام اور خواب بھی وحی کی طرح ہوتا ہے اور قابل اطاعت ہوتا ہے۔حضرت ابراہیمؑ نے خواب میں دیکھا تھا کہ اپنے فرزند کو ذبح کررہے حالانکہ بے قصور آدمی کو قتل کرنا شریعت کے خلاف تھا لیکن آپؑ کے اس خواب نے اس حکم شرعی کو آپ کے حق میں منسوخ کردیا آج اگر کوئی مسلمان خواب دیکھے تو وہ محض اپنے خواب سے ایسے کام کی جرات نہیں کرسکتا۔کیونکہ یہ خلاف شریعت ہے ایک نکتہ یہ بھی یاد رہے کہ حضرت جبرائیلؑ نہ تو نبی ہیں اور نہ نبیوں کے استاد بلکہ ربِ تعالیٰ اور پیغمبروں کے پیغام پہنچانے والے قاصد ہیں اور انبیاءکرام کے خادم ہیں۔

ہر ایک کو میسر کہاں اس در ﷺ کی غلامی

اس در کا دربان بھی جبرائیلؑ امیں ہے

نبی جو ہیں وہ حکومتِ الٰہیہ کے اختیارات والے حکام ہیں، بلاشبہ یوں سمجھ لو کہ ایک ضلع کا آفیسر ہے اور ایک محکمہ ڈاک کا قاصد، بادشاہ کے ہاں سے احکام ڈاک کے ذریعے سے حاکم کے پاس آتے ہیں اور ڈاک لانے والا حاکم نہیں بلکہ حاکم وہی ہے جس کے پاس سے احکام آئے اور جوان پر رعایا سے عمل کرائے گا۔

قرآن اور حدیث: قرآن اور حدیث دونوں ہی وحی الٰہی ہیں، دونوں کی اطاعت ضروری ہے، فرق اتنا ہے کہ قرآن کریم کی عبارت خدا کی طرف سے ہے اور مضمون بھی گویا جس طرح حضرت جبرائیلؑ نے آکر سنایا اسی طرح بلا کسی فرق کے حضورﷺ نے بیان فرمادیا۔حدیث میں یہ ہے کہ مضمون ربّ کی طرف سے ہوتا ہے اور الفاظ حضورﷺ کے ہوتے ہیں اب اس مضمون کا ربّ کی طرف سے آنا بطور الہام ہوتا ہے یا فرشتہ ہی عرض کرتا ہے لیکن اس کی ادائیگی نبی مکرمﷺ کے اپنے الفاظ سے ہوتی ہے اس لئے اس کا ماننا اور

اس پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے لیکن اس کی تلاوت نماز میں بجائے قرآن کریم کے نہیں ہوسکتی کیونکہ عمل مضمون پر ہوتا ہے اور تلاوت الفاظ کی ہوتی ہے اور اسی وجہ سے قرآن پاک کے احکام حدیث میں منسوخ ہوسکتے ہیں دیکھو غیر اللہ کو سجدہ تعظیمی کرنا قرآن پاک سے ثابت ہے مگر حدیث نے اس کو منسوخ کردیا اسی لئے قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے "ہر نبی مسلمانوں کو قرآن کریم اور حکمت سکھاتا ہے" اگر حدیث شریف ماننے کی ضرورت نہ ہوتی تو حکمت کا ذکر نہ فرمایا جاتا فقط کتاب (قرآن کریم) کا ذکر ہی کافی تھا حدیث ماننے کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن ناقص ہے قرآن پاک بالکل مکمل کتاب ہے اس مکمل کتاب میں سے مضامین حاصل کرنے کیلئے کامل انسان کی ضرورت ہے اور وہ مکمل انسان نبی مکرم ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ سمندر میں موتی ضرور ہیں لیکن ان کو حاصل کرنے کے لئے کسی غواص (غوطہ خور) کی ضرورت ہے اگر قرآن کریم سے مسائل کا حل ہر شخص نکال لیتا ہے تو اس کے سکھانے کے لئے پیغمبر کیوں بھیجے جاتے اور پھر دین کی فکر اور سمجھ عطا کرنے والے وہ رحمت عالم نبی جو روز محشر بھی شافع محشر ہونگے "محمد ﷺ کی غلامی دین حق کی شرط اوّل ہے"۔

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت نبی مکرم کی اطاعت اور امر والوں کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور امر والے کون ہیں غور طلب مسئلہ ہے، امر والے ہی اولیاء اللہ ہیں، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "میری سنت تم پر لازم ہے" آپ ﷺ کی سنتوں پر عمل ممکن ہے لیکن تمام احادیث پر عمل ناممکن ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی نماز میں صالحین کو سلام کرنے کا حکم دیا ہے مسئلہ غور طلب ہے فکر کریں دین کو سمجھنے کیلئے اولیاء اللہ کی صحبت ضروری ہے ۔

بزرگ

(حکیم محمد سعیدؒ)

بزرگوں سے محبت واحترام کا سبق ایسا ہے کہ جو کسی نہ کسی شکل میں دنیا کے ہر پیغمبرؑ ہر فلسفی اور ہر دانشور نے دیا ہے۔ دراصل بزرگوں کے ساتھ محبت واحترام سے پیش آنے کی خصوصیت انسانی تہذیب کی سب سے بڑی پہچان اور اس کے تسلسل کی پختہ ضمانت ہے۔ بلاشبہ اس پر تمام معاشروں نے زور دیا ہے اور اس صفت کے فروغ کو ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔لیکن اسلام نے اسے جتنی اہمیت دی ہے اور جس انداز حکمت سے اپنے پورے نظام حیات پر اس نکتے کو بھی دیگر معاشرتی سرگرمیوں کی طرح افراط وتفریط کا نشانہ نہ بنا دیا گیا، جس سے دوسری اقدار بری طرح مجروح ہوئیں۔مثال کے طور پر رومی تہذیب میں باپ کی شخصیت پورے خاندان پر اخلاقی و قانونی طور پر چھائی ہوئی ہوتی تھی اور بیٹے کی حیثیت صفر کر دی گئی تھی۔اس کے برعکس جدید مغربی معاشرے میں اولاد کے سن بلوغت کو پہنچتے ہی ماں باپ سے لاتعلقی اپنے عروج پر آجاتی ہے اور والدین ایک غیر مطلوبہ اور ناپسندیدہ شے کی طرح نظر انداز کر دیے جاتے ہیں۔اس کا نتیجہ یہ ہے کہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے سہارے مادّی آسائشوں کے اعتبار سے آسمان کو چھونے' بلکہ مہ وانجم پر کمندیں ڈالنے والا مغرب تہذیب کی دل آویز رعنائیوں اور عظمت انسان کی حقیقی لذتوں سے ناآشنا ہو گیا ہے۔

اسلام‘ جو کہ دینِ فطرت ہے‘ ایک جامع توازن کا حامل ہے۔ اس کے نزدیک صرف یہی بات ضروری نہیں کہ مختلف انسانی داعیوں‘ جبلتوں اور رشتوں کے باہمی تعلق کو ملحوظ رکھا جائے‘ بلکہ یہ امر بھی اتنا ہی لازمی ہے کہ اس تعلق کے پیمانے ہمہ جہت‘ ہم آہنگ‘ متوازن اور اتنے فطری ہوں کہ وہ تعلق معاشرے کے تمام متعلقہ افراد کی منصفانہ آبیاری کرے۔ انسانوں کے باہمی تعلقات کی صحیح صورت گری معاشرے کا ایسا مسئلہ ہے جو بہ یک وقت اوّلین اور مشکل ترین ہے۔ اچھے افراد کی تیاری اور معاشرے کی صحت مند استواری اگرچہ وسیع معنوں میں ایک ہی سکے کے دو رُخ ہیں لیکن دونوں کی وحدت برتر کے باوجود ان کی جداگانہ اہمیت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ یہ اسلام کے تصورِ توحید کا اعجاز ہے کہ اس کے ذریعے سے پھلنے پھولنے والے معاشرے میں کسی افراط و تفریط کا پنپنا سراسر محال ہے۔ چنانچہ اسلام میں بزرگوں سے محبت و احترام کا انداز یہی ہے کہ ایک طرف ادب و عزت کی بہترین اشکال پیدا ہوں اور دوسری جانب شفقت و ایثار کے پھول کھلیں۔

آیئے! اس کی چند نمایاں مثالیں دیکھتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ والدین کا شمار بزرگوں میں سرفہرست ہوتا ہے۔ قرآن حکیم نے والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کو بڑی اہمیت دی ہے اور کئی جگہ اس ہدایت کا ذکر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک سے اجتناب کے فوراً بعد آیا ہے:

﴿ یاد کرو‘ اسرائیل کی اولاد سے ہم نے پختہ عہد لیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا‘ ماں باپ کے ساتھ‘ رشتے داروں کے ساتھ‘ یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا‘ لوگوں سے بھلی بات کہنا‘ نماز قائم کرنا اور زکواۃ دینا﴾

والدین کے ساتھ حسن سلوک کی متعدد اور بھی آیات ہیں۔ان میں سے ایک یہ ہے:

(تیرے ربّ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو‘ مگر صرف اس کی والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو‘ تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک‘ یا دونوں بوڑھے ہو جائیں تو انہیں اُف تک نہ کہو، نہ انھیں جھڑک کر جواب دو‘ بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو‘ اور نرمی اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو اور دعا کیا کرو کہ ”پروردگار“ ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے رحمت وشفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا۔)

والدین کے ساتھ محبت واحترام کے اس روّیے میں اس وقت پیچیدگی پیدا ہو سکتی تھی جب اولاد مسلمان ہو اور وہ خود کافر ہوں ۔اسلام نے ایسے موقع کا انتہائی خوبصورت حل نکالا ہے جو اس نازک رشتے کی پاکیزگی پر کوئی حرف نہیں آنے دیتا اور ساتھ ہی اولاد کو شرک سے بچاؤ کا حصار مہیا کرتا ہے۔ارشاد ہوا:

﴿”ہم نے انسان کو ہدایت کی کہ اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرے‘ لیکن اگر وہ تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسے (معبود) کو شریک ٹھہرائے جسے تو (میرے شریک کی حیثیت سے)نہیں جانتا تو ان کی اطاعت نہ کر﴾

اسی پر دوسرے ان تمام تعلقات کا قیاس کیا جا سکتا ہے جو اولاد اور اولاد کے توسط سے متعین ہوئے ہیں۔ان میں کئی پہلو ایسے بھی ہیں جو معاشرے کے مختلف رشتوں کیلئے نمونہ ومثال کی حیثیت رکھتے ہیں اور بعض پہلو وہ ہیں جن پر قرآن وسنت میں جداگانہ اور خصوصی ہدایات پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ رشتے داروں‘ ہمسایوں‘ مسافروں اور دیگر طبقات کے ساتھ نیک برتاؤ کی تاکید کی گئی ہے‘ لیکن احترام عام کے سلسلے میں فرمایا گیا ہے کہ کسی کا مذاق

نہ اڑایا جائے' کسی کے القاب اور معیوب نام نہ رکھے جائیں اور غیبت اور سوئے ظن سے احتراز کیا جائے۔ بات سیدھی اور سچی کہی جائے۔ عہد کا پاس اور طعنہ زنی سے پرہیز کیا جائے غرض اسلام نے اپنے احکام میں توحید کی روح کو برقرار رکھتے ہوئے بزرگوں کے ساتھ راست ونیک سلوک اور محبت واحترام سے پیش آنے کی بے انتہا تلقین کا اہتمام کیا ہے۔

یہ نکتہ ایسا نہیں کہ اس پر سرسری نگاہ ڈال کر گزر جانا مناسب ہو۔ محبت واحترام کے جذبات کے اظہار میں انسان نے ہمیشہ زبردست ٹھوکریں کھائی ہیں اور اس نے ایسے افعال و اعمال کا ارتکاب کیا ہے جو اسلام کے سراسر منافی ہیں اور جو صریحاً کفر وشرک کے آئینہ دار ہیں' خواہ ان کے مرتکب اس زعم باطل میں کتنا ہی مبتلا رہے ہوں کہ وہ عمل خیر انجام دے رہے ہیں اس کی مثالیں بڑی کثرت سے آپ کو اپنے گردوپیش پھیلی ہوئی مل جائیں گی۔ اگر آپ لوگوں کو قرآن وسنت کی پابندی کی طرف بلائیں تو کئی آوازیں اٹھیں گی کہ ''یہ بزرگوں کو نہیں مانتا' بزرگوں سے محبت نہیں کرتا' بزرگوں کی قدر نہیں کرتا''۔ حیرت اور دکھ کی بات یہ ہے کہ یہ ردّ عمل محض لاعلمی کی بنا پر نہیں ہوتا' بلکہ اس میں قیادت ان لوگوں کی ہوتی ہے جو اچھی طرح جانتے ہیں کہ محبت وعزت' ادب واحترام اور عزت وتکریم کی کوئی کسوٹی قرآن وسنت سے باہر اور اسلام کی حدود سے ہٹ کر نہیں۔ یہ بات سورج کی روشنی کی طرح ظاہر ہے کہ محبت و احترام کی کوئی شکل' جو لفظاً یا معناً قرآن وسنت کے مطابق نہ ہو' سوائے اس کے کہ نفس کی تسکین کا سامان تو ہوسکتی ہے' لیکن اسلام سے اس کا تعلق واسطہ نہیں ہوتا۔

ایک بات اور جس پر میں زور دینا چاہتا ہوں' یہ ہے کہ عام طور پر یہ خیال پایا جاتا ہے کہ بزرگوں سے محبت واحترام کے ساتھ ساتھ بزرگوں کو بھی چھوٹوں کے ساتھ شفقت

سے پیش آنا چاہیے۔ یہ دو باتیں لازم ملزوم نہیں ہیں اور ان میں کسی ایک کا انحصار دوسری پر نہیں ہے۔ اسلام میں ان جذبات واقدار عالم کے فروغ کے سلسلے میں اس شرط باہمی کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا ہے۔ بلاشبہ جذبۂ تعلق کے یہ دونوں پہلو اپنی اپنی جگہ اہم ہیں' لیکن ان کا اظہار ایک دوسرے کا نہ محتاج ہے اور نہ باہم مشروط ہے۔ اسلام میں معاشرتی آداب کی جو اہمیت ہے اس کے پیش نظر اکثر محدثین نے کتاب الاداب کا ایک الگ باب قائم کیا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں، اس زمرے کے تحت صلہ رحمی کے بارے میں یہ حدیث آئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بدلہ لینے والا صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے' بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ شخص ہے کہ جب اس سے ناطہ توڑا جائے تو وہ اس کو بلائے۔"

یہ بدلے کے خیال سے بالاتر ہونا صلہ رحمی کی نیکی کے ساتھ ہی مخصوص نہیں' بلکہ یہ نیکی کے پورے دائرے کو محیط ہے۔

پس آیئے! اسلام کے اسی جذبے کے تحت بزرگوں کے ساتھ محبت واحترام سے پیش آنے کو اپنا شعار بنائیں۔

اسلامی نظام معیشت کی اساس

(مولانا فضل الرحمٰن بن محمد الازہری)

قرآن وسنت کی تعلیم کو غور سے دیکھا جائے تو اسلامی نظام معیشت کی اساس تقویٰ ،عہدو امانت ،عدل اونصاف ،حق گوئی ،انسانی ہمدردی اور حلال وحرام میں تمیز نظر آئے گی۔

اصل اساس تو تقویٰ ہی ہے کیونکہ جب انسان صاحب تقویٰ بن جاتا ہے تو اس کا ہر معاملہ سیدھا ہو جاتا ہے۔برائی سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں رہتا۔

''تقویٰ سے مراد اپنے نفس کو شرک اور برے اعمال سے بچانا اور نیک اعمال میں لگانا ہے''ابو الدرداء سے جب تقویٰ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا تو جن کاموں اور باتوں کو حلال دیکھتا ہے اس کو محض اس لئے ترک کردے کہ آیا کہیں وہ حرام نہ ہو۔

(فتح الباری)

''تقویٰ کا معنی ہے قرآن وسنت کی روشنی میں اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہوئے اللہ کی اطاعت کی جائے ۔اسی طرح اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اس کی معصیت سے بچا جائے''۔ **(الدر المنثور)**

عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے آدمی تقویٰ کی حقیقت کو اس وقت تک نہیں پا سکتا جب تک اسے نہ چھوڑ دے جو اس کے دل میں کھٹکتی ہو۔(صحیح بخاری)

حضرت ابو ہریرہؓ سے جب سوال کیا گیا :تو انہوں نے سائل سے پوچھا تمہیں کبھی کانٹوں بھری راہ پر چلنے کا اتفاق ہوا تو اس نے کہا جی ہاں! انہوں نے کہا تم نے وہاں کیا کیا؟

اس نے جواب دیا اگر کانٹے وہاں تھوڑے ہوتے تو میں ان کو پھلانگ کر گزر جاتا۔ اگر کچھ زیادہ ہوتے تو ایک طرف ہٹ کر نکل جاتا۔ اگر بہت ہی زیادہ ہوتے تو میں وہ راہ ہی چھوڑ دیتا۔ یعنی میں نے اپنے دامن کو ان کانٹوں سے بچالیا۔ ابو ہریرہؓ نے فرمایا بس یہی تقویٰ ہے۔"

(الدر المنثور)

تقویٰ کا عام معنی ہے خدا خوفی' یعنی انسان ہر جگہ اور ہر لحہ کام اور ہر معاملے میں اللہ سے ڈرتا رہے۔ اپنی زندگی کو صاف ستھرا رکھے۔ جس مسلمان کے دل میں اللہ کا ڈر ہوگا وہ کبھی بھی کسی پر ظلم و زیادتی نہیں کرسکتا۔ کسی کا حق مارنا، اس کا مال باطل طور پر رکھنا، اس کے ساتھ ہیرا پھیری کرنی، جھوٹ کے سہارے کاروبار کو بڑھانا، عہد وامانت کا خیال نہ رکھنا اور اللہ کی مخلوق کو نقصان پہنچانا۔ یہ سب باتیں اللہ سے ڈرنے والے کے دل میں سما نہیں سکتیں۔

جس مسلمان کا عہد وامانت مشکوک ہو جائے وہ مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اس شخص کا ایمان ہی نہیں جو امانت میں خیانت کرنے والا ہے اور اس کا دین نہیں جو عدے کا پاس رکھنے والا نہ ہو۔" (مسند احمد)

سورۃ المومنون میں مومنوں کی صفات بیان کرتے ہوئے اللہ نے ان کی ایک صفت یہ بھی بیان فرمائی ہے۔ "وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور وعدوں کا خیال رکھتے ہیں۔"

عدل وانصاف کی بات جب ہوتی ہے تو فوراً ذہن عدالتوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے حالانکہ مسلمان کو ہر وقت عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے آپ پر بھی زیادتی نہ کرے۔ جب اپنے آپ پر اس کو زیادتی سے روکا گیا تو دوسروں کے بارے میں زیادتی کرنے کی اسے کیسے اجازت مل سکتی ہے؟

عدل وانصاف کا تقاضا ہے کہ جب کسی سے رقم وصول کی جائے تو جس جائز مقصد کیلئے وصول کی گئی ہے اسے پورا کیا جائے ۔ محنت ومزدوری کیلئے ہے تو اس کا حق ادا ہونا چاہئے ۔ اگر خرید وفروخت کا معاملہ ہے تو اس میں کوئی خیانت نہیں ہونی چاہئے ۔ مال دینا ہے تو وہ صحیح ہونا چاہئے ۔ ناپ تول میں کمی نہ ہونی چاہئے ۔ ملاوٹ اور کھوٹ کا خیال بھی ذہن میں نہیں آنا چاہئے ۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

''خرابی ہے ان لوگوں کے لئے جب لوگوں سے لیتے ہیں تو پورا تول لیتے ہیں اور جب لوگوں کو دینے کا وقت آتا ہے تو تولنے میں یا ناپنے میں کمی کرتے ہیں''۔

قرآن حکیم میں ربّ العالمین کا حکم ہے:

''لوگوں کو ان کا سامان کم نہ دیا کرو۔''(الاعراف)

حقیقت کو واضح کر دینا۔ حق و سچ کو اپنانا اور دھوکا دہی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا اسلام نے کس قدر اس پر زور دیا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے: رسول اللہ کا گزر اناج کے ایک ڈھیر کے پاس سے ہوا۔ ''آپ نے اس میں ہاتھ مبارک داخل کیا۔ آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک کو پانی کی تری محسوس ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اے اناج فروخت کرنے والے! یہ کیا؟ اوپر خشک اور نیچے گیلا۔ اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اس پر بارش ہوگئی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو نے اس کو اوپر کیوں نہ کیا، تاکہ لوگ دیکھ لیں اور حقیقت حال سے واقف ہو جائیں۔ سن! جس نے دھوکا دیا وہ مجھ (ہم) سے نہیں یعنی ہمارے طریقے پر نہیں۔''

کھوٹ ملاوٹ کم تولنے اور کم ناپنے کی بات تو بڑی دور کی ہے۔ یہاں تو اللہ کے رسول ﷺ نے اتنا بھی برداشت نہ کیا کہ اناج کے ڈھیر کا اوپر والا حصہ خشک ہو اور نیچے والا

پانی لگاہوا ہو یا پانی سے بوجھل ہونے والا ہو یا پانی کی وجہ سے خراب ہونے والا ہو۔

اسلام نے اناج کی ذخیرہ اندوزی کی بھی اجازت نہیں دی۔عبداللہ بن عمرؓ کے حوالے سے منقول ہے:

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے چالیس دن اناج کی ذخیرہ اندوزی اس لئے کی کہ اس کی قیمت بڑھ جائے تو وہ اللہ سے بری ہوگیا اور اللہ اس سے بری ہوگیا یعنی وہ اللہ کی رحمت سے محروم ہوگیا۔" **(مشکوۃ)**

عدل و انصاف کا یہ بھی تقاضا ہے کہ جس سے کوئی کام لیا جائے ۔محنت مزدوری کروائی جائے پھر اس کے پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کا معاوضہ اس کو ادا کردیا جائے ۔

یہاں یہ بھی خیال رہے کہ اسلامی نظامِ معیشت کا دائرہ صرف کارخانوں ، مارکیٹوں اور لین دین تک ہی محدود نہیں بلکہ یہ پوری قوم وملت پر محیط ہے ۔ہر فرد اس میں شامل ہے۔دفاتر میں کام کرنے والے بھی اتنا ہی کردار ادا کرتے ہیں جتنے صنعت وحرفت اور کاروبار میں مصروف رہنے والے کرتے ہیں۔

آج کل کے دور میں وقت بہت قیمتی ہوگیا ہے۔لہٰذا اس کا ضیاع اسلامی معیشت کیلئے انتہائی نقصان کا سبب بن سکتا ہے ۔ملازمت پیشہ افراد کا بھرپور مثبت کردار اسلامی معیشت کیلئے نہایت ہی فائدہ بخش ثابت ہوسکتا ہے۔

کچھ ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں جو لوگوں سے یا اداروں کے مال ادھار لے کر واپس نہیں کرتے بلکہ ان کا یہ دھندہ ہوتا ہے۔گہری نظر سے دیکھا جائے اور اس سے گردش دولت میں خلل واقع ہوتا ہے۔اسلام نے اس پہلو کو یوں اجاگر کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو لوگوں سے مال اس نیت سے لیتا ہے کہ ان کو

واپس کرتا ہے تو اللہ اس کی طرف سے ادا کردیتا ہے۔یعنی اسے اتنا دے دیتا ہے کہ وہ آسانی سے اپنا قرضہ واپس کردے۔اور جو لیتا ہی اس نیت سے ہے کہ واپس نہیں کرتا تو اس کے مال کو اللہ تلف کردیتا ہے۔"(صحیح بخاری)

اس حدیث مبارکہ میں ہمیں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ نیت ہمیشہ صاف اور نیک ہونی چاہئے۔نیک نیت انسان کو اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے بہت کچھ عطا کردیتا ہے۔

اس سے بڑھ کر قرض کے بارے میں اور کیا وعید ہوسکتی ہے؟ عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"قرضے کے علاوہ شہید کے سب گناہوں کو معاف کردیا جاتا ہے۔"(صحیح مسلم)

رسول اللہ ﷺ مقروض کا جنازہ نہیں پڑھایا کرتے تھے جب تک اس کا قرض اتار نہ دیا جاتا یا اتارے جانے کا وعدہ نہ کرلیا جاتا۔اس لئے کہ قرض دو انسانوں کے درمیان معاملہ ہوتا ہے۔جب تک دونوں آپس میں معاملہ صاف نہ کرلیں تب تک اللہ بھی توقف نہیں فرماتا ہے۔(سنن النسائی)

عدل وانصاف کا یہ بھی تقاضا ہے کہ اگر کسی سے کوئی کاروبار کیا۔لین دین ہوا جس شے یا مال کیلئے ہوا اور وہ خریدار کے ہاتھ میں آنے سے پہلے ہی تلف ہوگیا۔تو انسانی ہمدردی اور دینی تعلیم کے تحت خریدار کے ساتھ نرمی ہونی چاہئے۔سیدالانبیا ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔

"اگر تم نے اپنے بھائی کو کھجوریں فروخت کیں، کھجوریں توڑنے سے پہلے ہی آندھی وغیرہ سے ضائع ہوگئیں تو تمہارے لئے حلال نہیں کہ تم اپنے بھائی سے اس کی کچھ قیمت لو۔تم بغیر حق اس سے کس طرح مال لوگے۔یعنی اسے کچھ دیا ہی نہیں تو قیمت کاہے کی لوگے۔"(صحیح مسلم)

درحقیقت یہی اسلامی معیشت کی روح ہے کہ مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی

تکلیف وضرورت کا احساس کرے۔مشکل وقت میں اس کا ساتھ دے۔اس کے کام آئے، اس کو اس کے پاؤں پر کھڑا کرے۔زکوٰۃ کا بھی یہی فلسفہ ہے کہ امیر اپنے غریب بھائیوں کو ساتھ لیکر چلیں۔اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے ان پر خرچ کریں۔ان کی حالت کو بہتر بنایا جائے تاکہ وہ بھی اسلامی معیشت میں بھرپور حصہ لے سکیں۔

سود کی حرمت میں بھی یہی پہلو نمایاں ہے کیونکہ سود کی بنا پر عوام الناس اور غریب غرباء کا استحصال ہوتا ہے۔قرآن پاک کی جس آیت مبارکہ میں سود لینے سے روکا گیا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ مومنوں سے مخاطب ہیں:

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈر جاؤ اور جو باقی سود ہے اسے چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو۔یعنی جن کو تم نے سود پر روپیہ دے رکھا ہے ان پر تمہارا جو سود بنتا ہے۔اسے چھوڑ دو۔''

اگر تم نے حکم کی تعمیل نہ کی تو پھر اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کیلئے تیار ہو جاؤ۔ اگر تم توبہ کرو تو تمہارے لئے تمہاری اصل رقم ہوگی جو تم نے دی تھی وہ واپس لے لو۔نہ تم ظلم کرو اور نہ ہی تم پر ظلم کیا جائے گا۔''

اب ذرا انسانی اور دینی ہمدردی کو ملاحظہ فرمائیں۔ارشاد ہوتا ہے:اگر وہ شخص جسے سود پر نقد رقم دے رکھی ہے وہ تنگ دست ہے۔تنگ حال ہے تو اس کو ایک مدت تک مہلت دے دو۔اور اگر تم صدقہ کر دو۔وہ ساری رقم چھوڑ دو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا اگر تم جانتے ہو۔

یہاں نہ صرف سود چھوڑنے کا حکم دیا گیا ہے بلکہ اس رقم کو بھی صدقہ میں دینے کی ترغیب دلائی جارہی ہے جو سود حاصل کرنے کی خاطر دی گئی تھی۔دیکھنے کی بات یہ ہے کہ جب ساری دنیا میں سودی لین دین ہورہا ہے اور موجودہ دور میں کسی بھی نظام معیشت کا سود کے بغیر تصور بھی محال بلکہ ناممکن ہے۔پھر اسلام نے سود کو کیوں حرام قرار دیا؟

''اللہ نے تجارت کو حلال کیا اور سود کو حرام ٹھہرایا۔'' (سورۃ البقرہ)

اسلامی نظام معیشت اور دوسرے نظام ہائے میں فرق یہ ہے کہ اسلامی نظام اُمت محمد ﷺ کو اللہ اور اس کے آخری نبی سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ کی طرف سے ملا ہے۔ جبکہ دوسرے تمام نظامہائے زندگی کے خود مرتب یعنی وضع کردہ ہیں۔ چونکہ اللہ خالق و مالک اور رب العالمین ہے لہٰذا اس نے چھوٹے بڑے اور ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والوں کا خیال رکھا ہے۔اس پہلو کو خاص طور پر مسلمانوں پر عیاں کیا ہے کہ امیروں غریبوں کی اعانت کرنی چاہئے جہاں تک ممکن ہو ان کی غربت کو ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

اگر امیر خود ہی غریبوں اور عوام الناس کا استحصال کرنا شروع کردیں تو ان کی مدد کون کرے گا؟ ہمارے ہاں یہ تصور پایا جاتا ہے کہ سود وہ حرام ہے جو کوئی غریب حاجت و ضرورت مند کسی شخص سے 20% ماہانہ پر لیا جاتا ہے جو چند ہی مہینوں میں اصل رقم سے زیادہ وصول کرلیا جاتا ہے۔لیکن سالہا سال یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہتا ہے۔لہٰذا یہ ظلم ہے اور اسلام میں اس کی ممانعت ہے۔

لیکن جو سودی لین دین کاروباری سطح پر ہوتا ہے۔باہمی رضامندی سے کاروبار کو فروغ دینے کیلئے لیا دیا جاتا ہے۔وہ تجارت ہی کی ایک صورت ہے۔اس میں غریب کی حاجت و ضرورت کا فائدہ اٹھانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔سرمایہ مہیا کرنے والا امیر اور لینے والا امیر۔ دونوں ہی کاروباری اور تجارت کو بڑھانے کے خواہشمند ہوتے ہیں۔ لہٰذا سود کی یہ قسم حرام نہیں۔بظاہر تو یہ صورت بڑی ہی خوشنما ہے لیکن درحقیقت معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے۔کاروباری سود کے بارے میں کفار مکہ کی بھی یہی دلیل تھی۔وہ آپس میں ایسا ہی لین دین کیا کرتے تھے۔کتب احادیث میں کتاب البیوع کا مطالعہ کیا جائے اور ان

ابواب کوغور سے پڑھا جائے جن میں نقدی کے بدلے نقدی میں زیادتی ،سونے کے بدلے سونے میں زیادتی ،چاندی کے بدلے چاندی میں زیادتی ،اناج کے بدلے اناج میں زیادتی اوراناج میں بھی جب جنس ایک ہوتو زیادتی سے روکا گیا ہے۔ارشادنبوی ﷺ ہے کہ اگر کوئی زیادہ لے گا،یا جو کچھ ادھار دیا وہ واپس لیتے وقت زیادہ وصول کرے گاتو وہ سود ہوگا۔

کاروباری سود کی حرمت کا مقصدِ وحید یہی ہے کہ عوام الناس کا استحصال نہ ہو۔ اسلام اسلامی معاشرے کی فلاح کا بڑا ہی خیال رکھتا ہے۔

اسلام کی بڑی ہی خوبصورت تعلیم ہے کہ اپنی چادر کے مطابق پاؤں پھیلاؤ۔یہی وجہ ہے کہ اسلام میں افراطِ زر کا کوئی مسئلہ ہی نہیں۔جس نے سود پر قرض لے رکھا ہے وہ لوگوں کے ساتھ رعایت کیلئے تیار نہیں ہوتا کیونکہ سود پر قرضہ دینے والے کا کام ہی نفع لینا ہوتا ہے۔کسی کے نقصان میں شریک ہونا نہیں ہوتا۔چنانچہ معاشرہ انسانی ہمدردی سے عاری ہو جاتا ہے مال ان اداروں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جو نفع دینے کی ضمانت دیتے ہیں خود تجارت میں قسمت آزمانے کا رجحان زوال پذیر ہو جاتا ہے۔جس کی بناء پر دولت چند سرمایہ داروں کے درمیان گردش کرتی رہتی ہے۔

اسلام نے اسی رجحان کوروکنے کیلئے سود کوحرام قرار دیا ہے تا کہ لوگوں میں خودمحنت کرنے ،کاروبار میں قسمت آزمانے اورحلال وحرام میں تمیز کرنے کا جذبہ پیدا ہو۔

حلال وحرام میں تمیز صرف اسی وقت ممکن ہے جب انسان کے دل میں اللہ کا ڈر ہو۔عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کا عزم ہو،حق گوئی اورانسانی ہمدردی کا جذبہ اس کے اندر موجزن ہو۔یہی وہ اساس ہے کہ جس پر اسلامی معاشرہ قائم ہوااوراسلامی نظام معیشت نے فروغ پایا۔

عقیدۂ توحید کامیابی کی بنیاد (از خطباتِ حرم)

(امام کعبہ الشیخ عبدالرحمٰن السدیس ترجمہ :محمد عبدالہادی العمری

''تعریف اس اللہ کی جس نے ہمیں بہترین عقیدہ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائی، ہمارے قلوب واذہان کو شرک، بت پرستی اور الحاد کی نجاست سے پاک کیا اور ہمیں دورِ جاہلیت کی برائیوں سے نجات دی۔

بے شک سب سے سچا کلام اللہ کی کتاب ہے اور بہترین راستہ نبی کریم ﷺ کا راستہ ہے اور سب سے بُری بات یہ ہے کہ دین میں نئی بات شروع کی جائے۔ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ جان لو کہ صحیح عقیدہ رکھنے والوں کیلئے یہ بجائے خود بڑے اعزاز کی بات ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی پیروی کرنے والے ہیں۔ یہی آپ سے محبت کی نشانی ہے، نبی ﷺ سے محبت کی بات تو کی جائے لیکن آپ کی تعلیمات کی روشنی میں اپنا عقیدہ نہ سنوارا جائے تو یہ محبت نہیں۔ عقیدے کی اہمیت ہر مسلمان سمجھنے کی کوشش کرے، اس کا گہرائی سے علم حاصل کرے اور اس کے تقاضوں کے مطابق عمل کرے۔ مبلغینِ اسلام کی بھی ذمہ داری ہے کہ اس مسئلے سے خصوصی دلچسپی کا مظاہرہ کریں تاکہ عوام خصوصاً نوجوان بروقت اس کا ادراک کرسکیں۔ فقہی مسائل میں اختلاف قابلِ برداشت ہوسکتا ہے لیکن عقیدے میں اختلاف کے سنگین نقصانات ہوسکتے ہیں، لہٰذا اس مسئلے میں خیر القرون، اسلام کے بہترین زمانے عہدِ نبوی، عہدِ صحابہ اور عہدِ تابعین کو ہم اپنے لیے نمونہ سمجھیں۔

لوگو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اپنے دل و دماغ میں صحیح عقیدے کی عظمت بٹھاؤ اور اسلام کی ٹھوس معلومات معتبر علمائے ربانی سے حاصل کرو تاکہ دارین کی کامیابی حاصل کرسکو۔
لوگو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اسی کی بندگی کرو، اس کی توحید کے تقاضے سمجھو، ایک اکلوتی ہستی

کو اپنا مشکل کشا اور حاجت روا مانو، اور جان لو کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کے علاوہ کوئی رب نہیں۔ اگر تم دنیا میں کامیابی اور آخرت میں نجات چاہتے ہو تو روزِ محشر کے رب کی توحید کو دل و جان سے قبول کرو۔ اپنے عقیدے کو ہر قسم کے شرک کی آلائشوں سے پاک کرو۔

برادرانِ اسلام! اگر ہم غور کریں کہ تمام مسائل کے حل کی بنیاد اور کامیابی کی جڑ کہاں ہے؟ تو وہ صرف مسئلہ توحید ہے۔ اس کی طرف علمائے کرام اور خطبائے مساجد کو خصوصی توجہ دینی چاہیے کیونکہ یہی وہ بنیادی مسئلہ ہے جس کی طرف تمام انبیائے کرام بلاتے رہے بلکہ ہر نبی اور رسول کی تعلیمات کا محور صرف یہی نقطہ رہا ہے کیونکہ اسی بیج سے اسلام کا درخت نکلتا ہے، اسی مسئلے کو تمام آسمانی کتابوں میں زبردست اہمیت اور وضاحت سے بیان کیا گیا، اسی بنیاد کو تسلیم کرنے والے جنتی کہلائے اور انکار کرنے والے جہنمی ٹھہرے۔

توحید اور اس کی تمام اقسام ربوبیت، الوہیت اور اسماء و صفات کو سمجھنا، قبول کرنا اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنا ہمارے لیے اشد ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص عقیدۂ توحید کی نعمت کی قدر کرنا چاہتا ہے تو اسے تاریخ کے صفحات الٹنے ہوں گے تاکہ وہ جان جائے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ عقیدہ و ایمان کی کن تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے تھے، پھر بعثت نبوی ﷺ کے باعث کس طرح تاریکی کے بادل چھٹے۔ لیکن افسوس کہ اس پرفتن دور میں جہاں مختلف قسم کے افکار و نظریات جنم لے رہے ہیں، مختلف قسم کی جماعتیں وجود میں آرہی ہیں جو بلا روک ٹوک اپنے باطل خیالات کا پرچار کر رہی ہیں اور لوگ ان کے کھوکھلے نعروں کی طرف سرپٹ بھاگے چلے جارہے ہیں، اس بات کی پرواہ کیے بغیر کہ وہ دین اسلام کی تعلیمات کے یکسر منافی اور سلف صالحین کے طریقے سے ٹکرانے والی باتیں ہیں اور بعض لوگوں نے سیاسی چھتریوں کے سائے میں اسلام کی بات کرنے کی کوشش کی لیکن ان کی گفتگو اور دعوے کھوکھلے ثابت ہوئے، جنھوں

نے بنیادی امور سے پہلو تہی کر کے چند فکری باتوں کو سب کچھ ثابت کرنے کی کوشش کی جسے کچھ سطحی قسم کے لوگوں نے قبول کیا اور کچھ لوگوں نے صرف وعظ اور قصہ گوئی کا سہارا لیتے ہوئے ایمان وعقیدہ کے مسائل کو نظر انداز کیا اور کچھ لوگوں نے حالات سے دلبر داشتہ ہو کر غلو اور تشدد کا راستہ اختیار کرتے ہوئے ایک دوسرے کے خلاف کفر سازی کی فیکٹریاں کھول دیں۔ کیا یہ حالات اس بات کا تقاضا نہیں کرتے کہ اہل دانش اٹھیں اور توحید کا علم بلند کریں اور لوگوں کو اس چشمۂ صافی سے سیراب کریں، اس دورِ پرفتن میں لوگوں نے سمجھا کہ عافیت اسی میں ہے کہ ایمان کی حفاظت بلکہ کمال ایمان کیلئے اتنا کافی ہے کہ ہم یہ کہیں کہ خالق ایک ہے اور رازق ایک ہے اور بس!!

یہ توحید سے عدم واقفیت ہی کا نتیجہ ہے کہ بعض مسلمان قبروں اور مزاروں کے آگے اس طرح جھکتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے آگے بھی اس طرح نہیں جھکتے۔ وہ نہ صرف اپنی جبین نیاز خم کرتے ہیں بلکہ ان سے اپنے درجات کی بلندی، پریشانیوں سے نجات اور بیماروں کے لیے شفا بھی طلب کرتے ہیں اور یہ عجز و انکسار اس تصور کے ساتھ ہوتا ہے کہ یہ قبروں میں سوئے ہوئے لوگ مشکل کشا ہیں جو ان کی جھولیوں کو بھر دیں گے، گویا اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق سے بے خبر ہو کر اپنے دروازے بند کر رکھے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ذات ان تمام غلط تصورات سے پاک ہے۔ جب جذبہ توحید سرد ہونے لگتا ہے تو دل میں خودنمائی کے جذبات انگڑائی لینے لگتے ہیں۔ جب اللہ کی وحدانیت کا تصور ماند پڑتا ہے تو لوگ دوسروں کے ہاتھ چوم کر اور پاؤں چھو کر اپنی آرزوئیں پوری کرنا چاہتے ہیں یا ان کے کپڑوں کو چھو کر اپنا دل خوش کرتے ہیں، حالانکہ ان کی یہ حرکتیں انھیں کبھی حقیقی منزل تک نہیں پہنچا سکتیں لیکن ان عادتوں کے متوالے ایک بڑی تعداد میں موجود ہیں۔

علامہ ابن قیمؒ نے کیا خوب کہا ہے:

''اللہ کا حق یہ ہے کہ اس کی عبادت اس کے احکام کی روشنی میں کی جائے نہ کہ خواہشات نفس کے ذریعے سے کیونکہ یہ شیطانی فعل ہے۔اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔''

توحید جس کی اتنی زبردست اہمیت ہے اسے سمجھنے میں بہت سے لوگوں نے سخت کوتاہی کی ہے کیونکہ توحید صرف معرفت کا نام نہیں ہے۔جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اس دنیا میں کوئی اور بھی تصرف کا اختیار رکھتا ہے۔اس دنیا کے حالات اللہ کے علاوہ کوئی اور بھی چلا رہا ہے اور اللہ کی ربوبیت میں بھی شرک پایا جاتا ہے۔رہا اللہ کی عبادت میں شرک تو یہ اتنا عام ہے کہ اس پر جتنا افسوس کیجیے کم ہے۔لیکن مقام تعجب ہے کہ اس مسئلے سے عوام تو عوام خواص بھی غافل ہیں۔دنیا کے منظر نامہ پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوگا کہ اہلِ حق کتنی غفلت کا شکار ہیں۔

دنیا کے مختلف بڑے بڑے آلام و مسائل کی بنیاد ہی فاسد عقیدہ ہے۔یہودیوں کے عزائم فلسطینی پس منظر میں دیکھئے! وہ مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا کر اپنی تحریف شدہ کتاب تورات اور تلمود کی حکمرانی چاہتے ہیں۔صلیبی نصرانیوں کو دیکھئے! کہ وہ انجیل کی بالادستی کیلئے کوشاں ہیں۔بھارت کے بت پرست کشمیر اور دیگر علاقوں میں جو کچھ کر رہے ہیں اس کا مقصد اپنے مذہبی افکار کو تقویت دینا ہے۔اسی طرح قبروں کے پجاریوں پر نظر ڈالیے، پھر دوسری طرف اہل حق کی کوششوں کا جائزہ لیجئے تو یہاں سر شرم سے جھک جائے گا اور ندامت کے آنسو نکل آئیں گے۔کیا یہ اُمت مسلمہ کے غیور فرزندانِ توحید کا فرض نہیں کہ وہ سلف صالحین کے طریقے پر کاربند رہیں اور اس کو عام کریں؟ لیکن برا ہو! تعصب کا، لوگ کس طرح حق اور سچائی کو افراد اور شخصیتوں کے تعصب کی نذر کرتے ہیں، حالانکہ ہمیں افراد کے بجائے صحیح عقیدہ اور صداقت کو دیکھنا چاہیے، جہاں سے ملے اسے قبول کرنے کا جذبہ ہونا چاہیے۔

توحید کی تمام قسموں کو سلف صالحین کے پاکیزہ منہج کے مطابق اپنائیے۔ لوگوں کو خوش کرنے کیلئے توحید میں مداہنت اور غفلت سے کام نہ لیجیے اور ہوشیار رہیے کہ توحید کے مسئلے میں مختلف مقامات پر لوگوں نے ٹھوکریں کھائی ہیں۔ کسی نے عبادت کے معاملے میں غلطی کی تو کسی نے اسماء وصفات کو سمجھنے میں، کسی نے بیعت اور امامت کے مسئلے میں غلطی کی تو کسی نے مسلم حکمرانوں کی اطاعت کے مسئلے میں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ عقیدے کے بارے میں گفتگو اختلافات پیدا کرتی ہے، اس سے انتشار پھیلتا ہے اور ہماری وحدت پارہ پارہ ہوتی ہے، حالانکہ یہ کھلی ضلالت ہے کہ دین کے بنیادی مسئلے کو ان غلط مفروضات کی وجہ سے ترک کردیا جائے۔ کیا توحید کے مسئلے کو ترک کرنے سے ہماری صفوں میں اتحاد قائم رہے گا؟ جبکہ قرآن مجید واشگاف الفاظ میں متنبہ کررہا ہے:

"بے شک جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ بازی کی اور وہ گروہوں میں بٹ گئے، آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں، بے شک ان کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے، پھر وہ انھیں ان کاموں سے آگاہ کرے گا جو وہ کرتے رہے تھے۔"

لوگ فرقہ واریت کی وجہ سے مختلف گروہوں میں تقسیم ہوگئے اور ہر گروہ کا ایک الگ امیر ہے۔ جان لو! ہماری وحدت عقیدۂ توحید میں ہے اور اختلافات فرقہ واریت میں ہیں۔ عقیدہ باعثِ وحدت ہے اور مسالک باعثِ انتشار ہیں۔ کچھ لوگوں کی یہ کمزوری ہے کہ جب بھی عقیدے کے موضوع پر گفتگو ہو، وہ جذباتی ہوجاتے ہیں کیونکہ ان کا خیال ہے کہ مسلمان شرک نہیں کرسکتے، لہٰذا اس موضوع پر گفتگو بے سود ہے۔ یہ بالکل بے سروپا بات ہے۔

محترم بھائیو! اس موضوع پر گفتگو اللہ سے محبت کا تقاضا ہے۔ یہ مسلمان پر شفقت اور مہربانی کی نشانی ہے تاکہ لوگ جہنم سے بچ جائیں اور جنت کے مستحق بن سکیں۔ یہ زمانہ

چھان بین اور تحقیق کا زمانہ ہے۔اس میں گھبرانے اور پریشان ہونے کی چنداں ضرورت نہیں، لہٰذا مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے عقیدے کو پہچانیں، اس کی تعلیمات عام کریں، اس کیلئے ذمہ دار اور خداترس علمائے کرام سے فیض حاصل کریں۔اس مسئلے میں پروپیگنڈہ مشنری سے خوفزدہ ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں کیونکہ یہ چلی ہوئی کولیاں اور بے اثر کارتوس ہیں۔عقیدے کو تعلیماتِ نبوی کی روشنی میں پہچانیں۔حبِ نبی ﷺ کا اصل تقاضا یہی ہے کہ ہم ہر بات آپ ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں سمجھیں اور اس پر عمل کریں۔

ہر ماں اور ہر باپ کی ذمہ داری ہے کہ وہ خود عقیدے کی اہمیت کو اچھی طرح سمجھے اور اپنی اولاد کو ذہن نشین کرائے تاکہ ہمارے بچے توحید و سنت کے شیدائی بنیں اور شرک و بدعات سے متنفر ہوں۔مائیں بچپن ہی سے انھیں توحید کی لوریاں دیں اور اپنے دودھ کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت بھی ان کے قلوب و اذہان میں منتقل کریں۔

اساتذۂ کرام کو چاہیے کہ اپنے شاگردوں میں توحید کی عظمت کا سبق عام کریں تاکہ ہماری درسگاہیں ایمان اور عقیدے کی حفاظت کا قلعہ بن جائیں۔

نصابِ تعلیم مرتب کرنے والے اور تعلیمی کمیٹیوں سے منسلک افراد کا دینی فرض ہے کہ وہ نصاب ترتیب دیتے ہوئے اسلام کے بنیادی اسباق اور ضروری اوامر و نواہی خوب اُجاگر کریں تاکہ یہ باتیں طلباء کے ذہنوں میں راسخ ہوسکیں، پراگندہ باتوں کو راہ نہ دیں اور نونہالوں کے ذہنوں کو الجھن میں نہ ڈالیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حکموں کے مطابق اپنی پسندیدہ راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، دنیا و آخرت میں ثابت قدم رکھے، عقیدۂ توحید کو سمجھنے اور اس پر قائم رہنے کی سعادت بخشے اور ہر قسم کے فتنے سے محفوظ رکھے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کی مغفرت فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی حیرت انگیز بارش

(محمد عتیق الرحمن)

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں لامتناہی ہیں کیونکہ ذات وصفات لازم وملزوم ہیں، خود ہی فرمایا: اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا استحصار "اشد حبا اللہ" کا ثمرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جو منعم حقیقی ہے اس کے شوق شکر و خوف سلب اور رغبتِ عبادت کیلئے جس کے چند نعما بحر ذخار سے کچھ گوہر نایاب پیش ہیں۔

خلیہ (Cell)

خلیہ زندہ اجسام کی بنیادی اکائی کا نام ہے جس طرح انسانی ہاتھوں سے بنی ہوئی عمارتیں اینٹوں اور پتھروں کا مجموعہ ہوتی ہیں اور اینٹیں یا پتھر عمارت کے بنیادی جزو یا اکائی کہلاتے ہیں اسی طرح انسان بھی خلیوں سے مل کر بنا ہے اور یہ خلیے انسان کی اکائی کہلاتے ہیں ایک اوسط قد و قامت کے انسانی جسم میں ان خلیات کی تعداد ایک کروڑ ارب کے قریب ہے۔ تمام اربوں کھربوں خلیے ایک ہی خلیہ سے بنتے ہیں، کروڑوں خلیے روزانہ ختم ہو جاتے ہیں اور دوسرے خلیے اسی وقت ان کی جگہ لے لیتے ہیں، ہر سیکنڈ میں خون کے 10 لاکھ سے زیادہ خلیات ختم ہو جاتے ہیں اور اسی تعداد میں نئے خلیات جنم لیتے ہیں، ہر خلیہ میں 70 سے 85 فیصد تک پانی ہوتا ہے۔

ہڈیاں(Bones)

ہڈیوں کا وجود ایک نعمت ہے۔جسم انسانی میں ہڈیاں مختلف شکلوں میں ہوتی ہیں مثلاً ٹیڑھی ،سیدھی ،گول،مستطیل،ٹھوس،چوڑی،پتلی،ہلکی ،بھاری،اور خولدار وغیرہ،ہڈیاں انسان کو حرکت کرنے میں مدد دیتی ہیں ذرا سوچئے اگر تمام جسم میں ایک ہی سالم ہڈی ہوتی تو انسان کے لئے چلنا،پھرنا،جھکنا وغیرہ دشوار ہوتا۔

ایک ہڈی کو دوسری ہڈی سے ملانے کیلئے ان کے کناروں کو اسطرح بنایا کہ اگر ایک مکعب ہے تو دوسری ہڈی کا کنارہ مجوف ہے تاکہ دونوں آسانی سے باہم پیوست ہو سکیں۔ہر ایک ہڈی کی خلقت ہی عجیب ہے،پھر کسی کی شکل وصورت دوسرے سے نہیں ملتی اور اس انداز سے ان کو رکھا ہے کہ اگر ان میں ایک کی تعداد بڑھا دی جائے تو بھی وبال جان ہو جائے اسی طرح اگر ایک کو گھٹا دیا جائے تو اس کو پورا کرنے کی سخت ضرورت محسوس ہو۔خون میں سرخ ذرات ہوتے ہیں وہ ہڈیوں کی بدولت پیدا ہوتے ہیں۔ہڈیاں جسم کے تمام نظاموں کے لئے ڈھانچہ مہیا کرتی ہیں۔ہڈیاں جسم کے اہم ترین اعضا کی حفاظت کرتی ہیں مثلاً دل،دماغ، پھیپھڑے وغیرہ۔ہڈیاں کیلشیم کا ذخیرہ بناتی ہیں۔

بچوں میں ہڈی کم ٹوٹتی ہے اکثر مڑ جاتی ہے اور جلد جڑ بھی جاتی ہے وجہ یہ ہوتی ہے کہ بچوں کی ہڈی میں نامیاتی مادہ زیادہ ہوتا ہے(کتاب الابدان)۔

اگر ہڈی کسی وجہ سے ٹوٹ جائے تو جب ٹھیک ہوتی ہے تو پھر وہاں سے دوبارہ نہیں ٹوٹ سکتی۔ہڈیوں کے اوپر ایک باریک سی جھلی لگی رہتی ہے جس میں خون کی رگیں جال بنا کر ہڈی

کی پرورش کرتی ہیں۔(کتاب الصحت) ریڑھ کی ہڈی تمام جسم کیلئے بمنزلہ ستون کے ہے۔ ہاتھ پاؤں اس کے ساتھ لگے ہوتے ہیں تمام دھڑ اس پر قائم ہوتا ہے،اس میں ایک عمودی سوراخ ہوتا ہے جس میں دماغ کا وزیر حرام مغز محفوظ رہتا ہے۔(**کتاب الصحت**)

اعصاب(پٹھے Nerves)

رگوں کی مانند جسم انسانی میں سفید رنگ کی نہایت باریک ،باریک تاروں کا ایک جال ہوتا ہے۔یہ تاریں بتدریج آپس میں ملتی ہوئی گول یا چپٹی ڈوریاں سی بناتی ہوئی دماغ یا حرام مغز میں جا کر ختم ہوجاتی ہیں۔انہی کو پٹھے یا اعصاب کہا جاتا ہے۔

نظام عصبی کا بڑا مرکز دماغ ہے اور اسی کا ایک حصہ حرام مغز ہے۔دماغ کھوپڑی کے اندر محفوظ رہتا ہے اور حرام مغز ریڑھ کی ہڈیوں سے بنے ہوئے قلعے میں محفوظ رہتا ہے۔

جسم کے تمام افعال حس و حرکت انہی سے متعلق ہیں چنانچہ ایک قدم اٹھانے میں یا ایک یا آدھے سیکنڈ میں 45 پٹھے استعمال ہوتے ہیں۔اعصاب ہڈیوں کو باہم ملانے اور جوڑوں کو ایک دوسرے سے وابستہ رکھنے کے کام بھی آتے ہیں۔اعصاب میں دوڑنے والی رو کی رفتار 4 میل فی سیکنڈ ہے۔یعنی ایک گھنٹے میں 4 ہزار 4 سو میل فاصلہ طے کرتی ہے۔ دماغ سے جو پیغام انگلی تک پہنچتا ہے وہ ایک سیکنڈ کے سوویں حصے میں اپنا فاصلہ طے کرلیتا ہے۔اعصاب کا ہونا ایک نعمت ہے۔

جلد (کھال Skin)

جلد کا وجود ایک نعمت ہے۔جلد کا صحیح سالم ہونا بھی بڑی نعمت ہے اس لئے کہ اگر کہیں سے جلد پھٹ جائے تو ہزاروں جراثیم بیک وقت جلد کے راستے جسم میں گھسنے کی کوشش کرتے ہیں حق تعالیٰ نے جلد کو ہماری خوبصورتی کا ذریعہ بنایا ہے ذرا سوچئے کہ اگر جلد نہ ہوتی تو ہماری صورت کس قدر خوفناک وہیبت ناک ہوتی ۔جلد ہمیں بیرونی آلائشوں سے بچاتی ہے۔جلد میں دو لاکھ پچاس ہزار سے زائد ایسے خانے ہیں جو سرد چیزوں کو محسوس کرتے ہیں، جب کوئی سرد چیز جسم کو چھوتی ہے تو دماغ کو خبر پہنچ جاتی ہے اور جسم کانپنے لگتا ہے۔جلد کی نالیاں کشادہ ہو جاتی ہیں اور مزید خون جلد کو جانے لگتا ہے تا کہ زیادہ گرمی پہنچائی جائے۔جلد کو جب گرمی پہنچتی ہے تو گرمی کے مخبر خلیے دماغ کو خبر کرتے ہیں اور تین ملین پسینہ کے غدود ٹھنڈا پسینہ خارج کرتے ہیں جس سے جسم کو راحت وسکون پہنچتا ہے۔گویا کہ ہماری جلد میں حیاتی ریشوں کا ایک جال بچھا ہوا ہے جو گرم و سرد چیزوں کو محسوس کرتا ہے ۔

خون (Blood):

انسانی جسم میں 750 کھرب خلیے ہیں جن میں سے صرف 250 کھرب خلیے خون کے سرخ جسیمے ہیں۔ایک جوان آدمی میں خون کی وہ مقدار جو ایک منٹ میں دل سے گزرتی ہے،5لیٹر ہے،جسم کے سطحی رقبہ کے لحاظ سے یہ مقدار تین لیٹر فی منٹ ہے،بچوں میں یہ مقدار چار لیٹر فی منٹ اور اسی سال کی عمر میں یہ مقدار 2.8 لیٹر فی منٹ ہوتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ آخر عمر میں انسانی جسم کی توانائی کم ہو جاتی ہے ستر کلوگرام آدمی میں خون کی مقدار

پانچ لیٹر ہوتی ہے اس میں تین لیٹر پانی (پلازما) ہوتا ہے۔انسانی بدن میں خون کی شریانوں کو اگر ناپا جائے تو ان کی لمبائی ساٹھ ہزار سے ایک لاکھ میل لمبی ریلوے لائن کے برابر نکلے گی۔ خون کا وجود ہی ایک نعمت ہے کیونکہ خون جسم کیلئے اتنا ہی اہم ہے جتنا موٹر کے انجن کیلئے پیٹرول یا موبل آئل۔خون کے ذریعے جسم کے تمام حصوں کو غذاایت پہنچتی ہے۔خون ہی زہریلی گیس کاربن ڈائی آکسائیڈ کو جسم سے لے جاتا ہے۔خون کے اندر سفید ذرات ہیں کریات بیضا(WBC) جوانسانی جسم کو جراثیموں کے حملوں سے بچاتے ہیں۔خون کے اندر سرخ ذرات ہیں کریات حمرا(RBC)ان میں ایک رنگدار مادہ ہیموگلوبن ہوتا ہے جو آکسیجن کو جذب کرتا ہے یہ پھیپھڑوں کی ہوا میں سے آکسیجن لے کر جسم کے تمام حصوں کو پہنچاتا ہے ہمارے خون میں تقریباً دو چمچ شکر ہوتی ہے گو اس معمولی مقدار سے چائے کی پیالی بھی میٹھی نہیں ہوتی لیکن ہمارے خون میں شکر کی یہ معمولی مقدار اس قدر اہمیت رکھتی ہے کہ اگر اس مقدار سے چند ذرات بھی کم ہو جائیں تو مختلف امراض جسم پر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔خون کے اجزاء میں سے ایک سیال الدم (Plasma) ہے۔یہ ایسا سیال مادہ ہے جو خون میں موجود ذرات کی روانی میں مددگار رہتا ہے۔سیال الدم جسم کی مختلف بافتوں کو غذا پہنچاتا ہے۔ سیال الدم جسم انسانی میں خون کو جمنے سے محفوظ رکھتا ہے۔خون ہی تمام حصوں، بے کار اور ضائع شدہ مادے مثلاً یوریا، یورک ایسڈ کولیسٹرول وغیرہ لیکر ان اعضاء تک پہنچاتا ہے جو انہیں خارج کرتے ہیں۔خون تمام جسم میں حرارت پہنچاتا ہے اور جسم کا درجہ حرارت قائم رکھتا ہے،صحت کی حالت میں جسم میں اس کی گرمی 94.4 ہوتی ہے۔خون جسم کے اندر پانی کا

توازن برقرار رکھنے میں مدد دیتا ہے۔خون کا تنفس کے افعال میں مدد کرنا۔خون کا اخراجی افعال میں مدد کرنا۔خون کا غذائی افعال میں مدد کرنا۔خون کا مدافعتی افعال میں مدد کرنا۔خون کا تنظیمی افعال میں مدد کرنا۔

دل(Heart)

دل جسامت میں مٹھی کے برابر ہے۔قلب کا اوسط وزن مردوں میں 300 گرام اورعورتوں میں 250 گرام ہے۔ دل ایک منٹ میں پانچ لیٹر خون پمپ کرتا ہے۔ اور 45 سال کی عمر تک تقریباً 3 لاکھ ٹن خون پمپ کر چکا ہوتا ہے۔ایک صحت مند انسان کا دل ایک منٹ میں 70 سے 90 بار دھڑکتا ہے۔دل کی تین دھڑکنوں میں ایک پیالی خون خارج ہوتا ہے۔ایک آدمی اگر ستر سال زندہ رہے تو دل 4 کھرب دفعہ دھڑکے گا۔اوراس دوران دس کروڑ گیلن خون کا اخراج کرے گا۔ بچہ جب رحم مادر میں ہوتا ہے تو دل حرکت کرنے لگتا ہے۔اور پھر یہ حرکت موت تک جاری رہتی ہے۔دل چوبیس گھنٹوں میں اتنی قوت صرف کرتا ہے جو تین فٹ اونچے پلیٹ فارم پر بیس ٹن کوئلہ چڑھانے کیلئے کافی ہوتی ہے۔

دل کی ساخت: دل چار مختلف خانوں سے مل کر بنا ہے۔دو خانے اوپر والی منزل، میں ہیں جنہیں اذن Auricl کہا جاتا ہے اور دو خانے نیچے ہیں جنہیں بطن یا Ventricle کہتے ہیں۔دائیں اذن میں دو بڑی وریدوں (veins) کے ذریعے اوپر اور نیچے والے دھڑ سے آکسیجن نکلا ہوا خون واپس آتا ہے اور بائیں اذن میں چار بڑی وریدوں

کے ذریعے پھیپھڑوں سے آکسیجن ملا ہوا خون آتا ہے پھر یہ خون اپنے متعلقہ بطن میں انڈیل دیا جاتا ہے دائیں بطن سے یہ خون ایک بڑی شریان کے ذریعے پھیپھڑوں کو اور بائیں بطن سے تمام جسم کو روانہ کیا جاتا ہے۔دل کا ایک ہونا ایک مستقل نعمت ہے۔دل میں سوراخ نہ ہونا دوسری بڑی نعمت ہے۔ایک صحت مند آدمی کا دل ایک منٹ میں ستتر بار اور دن بھر میں ایک لاکھ بار اور ایک سال میں تقریباً تین کروڑ بار دھڑکتا ہے۔دل ایک منٹ میں پانچ لیٹر خون پمپ کرتا ہے اور پندرہ سو گیلن خون بارہ ہزار میل لمبے دوران خون کے نظام شریانوں اور وریدوں میں فراہم کرتا ہے۔دل خون کے پمپ کرنے اور خون کی فراہمی میں بجلی کی توانائی کا محتاج ہوتا ہے اور یہ بجلی دل اپنے سے حاصل کرتا ہے۔اس لئے کہ دل جس طرح پمپنگ اسٹیشن ہے اسی طرح خود اپنے لئے بجلی گھر بھی ہے۔دل کی دھڑکن ایک نعمت ہے کیونکہ اگر یہ دھڑکنا بند کر دے اور یہ کیفیت کچھ وقت تک برقرار رہے تو موت واقع ہو جاتی ہے۔ دل کے عضلات کو اللہ تعالیٰ نے ایسا بنایا ہے کہ کبھی تھکتا نہیں اور نہ ہی آرام کرتا ہے۔دل جیسے اہم عضو کی حفاظت کی خاطر اللہ رب العزت کی ذات نے دونوں طرف سے ایک ایک درجن پسلیاں اور سامنے کی جانب سے ہڈی کا ڈھانچہ بنا دیا ہے۔دل میں بہت سے باریک مسامات (سوراخ) ان مساموں کے سامنے ہیں جو پھیپھڑوں میں واقع ہیں جو کہ دل کا پنکھا ہے، اگر یہ سوراخ ہٹ جائیں اور ایک دوسرے کے سامنے نہ رہیں تو کبھی ہوا دل میں نہ پہنچ پائے اور انسان مر جائے۔دل اپنی نسوں کی لمبائی کے ذریعے جسم میں دو کھلے شگافوں والے مقامات

تک رہنمائی کرتا ہے یہ مقامات پھیپھڑے اور گردے ہیں۔ پہلے مقام پر آکسیجن کے ذریعے خون کی صفائی ہوتی ہے جبکہ دوسرے مقام پر خوراک کی باقیات کی صفائی کا کام ہوتا ہے۔ دل کی جھلی بھی خدا کا بنایا ہوا شاہکار نمونہ ہے۔ اس دو تہوں والی جھلی کا کام یہ ہوتا ہے کہ جب وہ دھڑکتا ہے تو اسے نزدیکی واقع اعضاء سے محفوظ رکھے۔ اس مقصد کیلئے اس جھلی کے باہر والی دیوار ایک تو دل کی پسلیوں کے نزدیک سینے سے چپکائے رکھتی ہے دوسرے یہ اپنے اندرونی جھلی کے درمیان جگہ میں ایک مختصر سی رطوبت چھوڑتی رہتی ہے۔ دماغ سے اعصابی ریشے نکلتے ہیں جو کہ دل کی رفتار کو ضرورت کے مطابق کم یا زیادہ کر سکتے ہیں، مثلاً دوڑتے ہوئے شخص کے دل کی رفتار بھی زیادہ ہو جاتی ہے اور دل کا عضلہ زیادہ قوت سے سکڑتا ہے تا کہ زیادہ مقدار میں خون کی ترسیل ہو سکے۔ دل کی دھڑکن کی وجہ سے نبض کی رفتار بنتی ہے۔ دل اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے جس کے بغیر زندگی کا تصور محال ہے کیونکہ اگر کان، ناک یا جسم کا کوئی عضو نہ بھی ہو تو زندگی ممکن ہے مگر دل کے بغیر چند لمحے بھی زندہ نہیں رہا جا سکتا اگر یہ کہا جائے کہ تمام انسانی جسم میں دل سے بڑی کوئی نعمت نہیں تو بے جا نہ ہوگا کیونکہ اسی کی بدولت زندگی کو دوام اور ایمان کو بقا حاصل ہے۔

شفاء کی خوشبو (طبی مشورے)

از قلم: حکیم طارق محمود الحسن خضری

صبح کی غذاء کے بعد دانتوں کی صفائی کرنا اور رات کو سوتے وقت دانتوں کی صفائی کرنا از حد ضروری ہے۔ صبح کی سیر صحت کی ضامن ہے اور اچھی صحت کیلئے ضروری ہے۔ روزانہ سادہ پانی سے غسل کرنا صحت کو برقرار رکھتا ہے اور انسان آدھے امراض سے بچ جاتا ہے متوازن غذا کا استعمال صحت کو برقرار رکھتا ہے جہاں تک ممکن ہو ہر غذاء سادہ استعمال کرنی چاہئے باسی اور گلی سڑی غذائیں مضر صحت ہوتی ہیں فریج میں رکھی ہوئی غذائیں 12 گھنٹے کے اندر اندر استعمال کر لینی چاہئیں ورنہ اس کے نفع بخش سیل ڈیڈ ہو جاتے ہیں اور یہ محض بھوسہ رہ جاتا ہے اب مقامِ غور ہے کہ فریج کو پورے ہفتے کی سبزی سے بھر دیا جاتا ہے صحت کو برقرار رکھنے لئے پڑی غذا یا پھل یا سالن 12 گھنٹے کے اندر اندر استعمال کر لینا چاہئے ورنہ امراض کے جنم لینے کا قوی امکان ہے۔

کھانے پینے کی تمام چیزیں صاف ستھرے برتنوں میں ڈھانپ کر رکھنی چاہئیں۔ کھانا سنت نبوی کے مطابق کھانا چاہئے کھانے کے بعد حتی الوسع کچھ نہ کچھ پیدل ضرور چلنا چاہئے۔ پانی کھانا شروع کرنے سے آدھا گھنٹہ پہلے پی لینا چاہئے کیونکہ یہ آدھے گھنٹے میں معدہ کی غلاظت کو دھو کر صاف کر کے آنتوں میں منتقل کر دیتا ہے اگر پانی پینے کی ضرورت پڑ بھی جائے تو صرف اس قدر پینا چاہئے کہ جو غذا کے قوام کو زیادہ رقیق نہ کر دے۔ کھانے کے بعد بھی کم از کم دو گھنٹے پانی نہیں پینا چاہئے بھوک لگنے پر ہی کھانا کھانا چاہئے کھانے کا وقت

ہو جانے پر یا صرف کھانے کی عادت پوری کرنے کے لئے نہیں کھانا چاہئے۔

دو قسم کے گوشت ایک ہی وقت میں معدہ میں اکھٹے نہیں کرنے چاہئیں کیونکہ کسی کا وقتِ ہضم کچھ ہوتا ہے اور کسی کا کچھ۔رات کا کھانا نماز مغرب سے پہلے یا فوراً بعد کھالیا کریں جماع اس وقت کرنا چاہئے جب کھانا دوسرے ہضم کے مراحل سے گزر چکا ہو یعنی کھانے کے کم از کم پانچ گھنٹے بعد۔جو لوگ اس بات کی پرواہ نہیں کرتے وہ سب سے پہلے آنتوں کے امراض میں مبتلا ہوتے ہیں پھر رفتہ رفتہ کئی دیگر ہٹیلے امراض پیدا ہو جاتے ہیں جس کا انہیں قطعاً اندازہ نہیں ہوتا کئی لوگوں کو جماع کے بعد کچھ نہ کچھ کھانے کی عادت ہوتی ہے جو کہ ضرر رساں ہے چونکہ اس وقت تحلیل شدہ قوتیں جتنا آرام کرنے سے لوٹتی ہیں اتنا کچھ کھانے سے نہیں لوٹتیں چونکہ اس وقت خون اتھل پتھل ہو رہا ہوتا ہے اسے تو اپنی پڑی ہوتی ہے چہ جائیکہ اسے ہضم کی طرف متوجہ کر دیا جائے۔

تین وقت کے کھانے میں ایک وقت پھلوں کو دے دو ان میں بہت سے حیاتین (وٹامنز) پائے جاتے ہیں جو انسانی صحت کیلئے نفع بخش ہوتے ہیں۔دودھ صبح کے وقت یا نماز عصر سے پہلے پیا چاہیے، چونکہ اس کے فیٹس دانتوں کے مقام اتصال میں پھنس جاتے ہیں جو برش کر لینے سے بھی نہیں نکلتے اور یہی پائیوریا کا باعث بن کر وقت سے پہلے منہ کو دانتوں سے خالی کر دیتے ہیں صبح کے وقت دودھ پینے سے خون صالح پیدا ہوتا ہے جبکہ پچھلے وقت دودھ پینے سے بلغم پیدا ہوتی ہے سالن شوربے والے پکانے چاہئیں کہ یہ قبض نہیں کرتے۔قبض نہ ہو تو ہر شخص کم از کم 70 فیصد امراض کے زد سے بچا رہتا ہے۔

کھانے کا ایک وقت مقرر کر لینا چاہیے۔اسی وقت کھائیں۔بعض اوقات مقررہ وقت پر کھانے کو نہیں ملتا تو پھر بازار سے پھل لے کر کھالیں،معدہ کو مقررہ وقت پر کھانا ملنا

چاہیے۔بشرطیکہ صالح بھوک لگ چکی ہو!اپنے نظام استفراغ پر گہری نگاہ رکھیں آپ کے پیشاب اور پاخانے کا رنگ وقوام صحت مند نہ ہوتو اپنے آپ کو مریض تصور کرو اور کسی ماہر حکیم سے فوراً رجوع کرو۔-----ورنہ............بہت کچھ ہونے والا ہے۔

ریشہ دار سبزیاں زیادہ استعمال کریں،یہ قبض نہیں ہونے دیتیں۔قبض نہ ہوگا تو آنتیں صاف رہیں گی۔آنتیں صاف رہیں گی تو صحت ہی صحت ہے۔کھانا پینا ہمیشہ بیٹھ کر کھائیں پئیں۔معدے کی سب سے زیادہ بیماریاں کھڑے ہوکر کھانے پینے سے پیدا ہوتی ہیں۔سب سے ضروری ہدایت یہ ہے کہ سالن کی مقدار کم سے کم کھائیں۔کیونکہ کیمیکل کی بھر مار ہے۔آپ جو سبزی کھا رہے ہیں یہ درپردہ کیمیکلز ہیں۔صرف سبزی کا لیبل ہی لگا ہوا ہے۔ اگر گوشت کی رغبت رکھیں تو یہ بھی فارم کا ہے جہاں جانور کیمیکلز چارے سے پالے جاتے ہیں۔ جس سے ان کا وزن بڑھ جاتا ہے۔اس لئے امراض کی بہتات ہے امراض جنم لیتے ہیں۔

دعائے مغفرت

گوجرانوالا سے قبلہ محمد صدیق ڈار کی بڑی صاحبزادی باجی شگفتہ

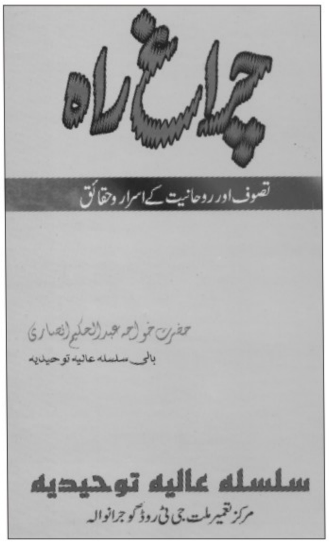
گوجرانوالہ سے حاجی محمد بشیر کی سالی

گوجرانوالا سے محمد عمران کے پھوپھا

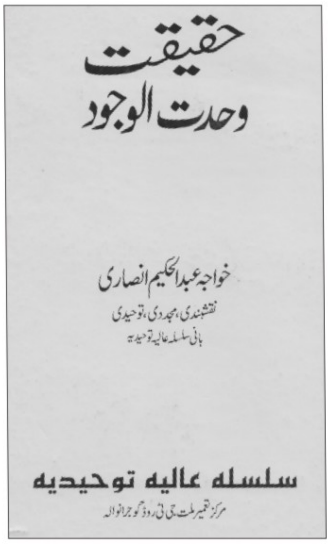
بقضائے الٰہی وفات پاگئے ہیں(اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّـا اِلَيْهِ رَاجِعونَ)

مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

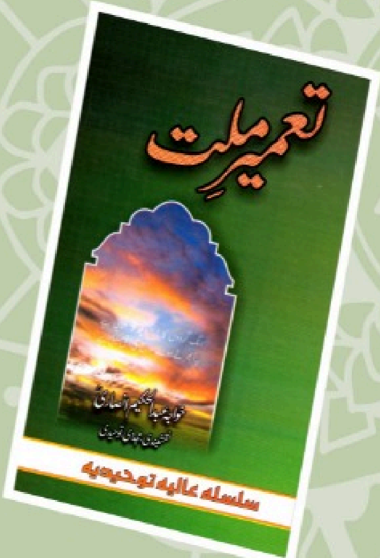


کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات ،مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔زوال اُمت میں اُمراء ،علماء،صوفیاء کا کردار۔علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔



وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کر دیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت ،بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہو جانے والی غلط فہمیاں۔

سلسلہ توحیدیہ کی مطبوعات



قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کردیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کردیئے ہیں جس پر عمل کرکے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کرسکتا ہے۔

Reg: CPL - 01
Website www.tauheediyah.com